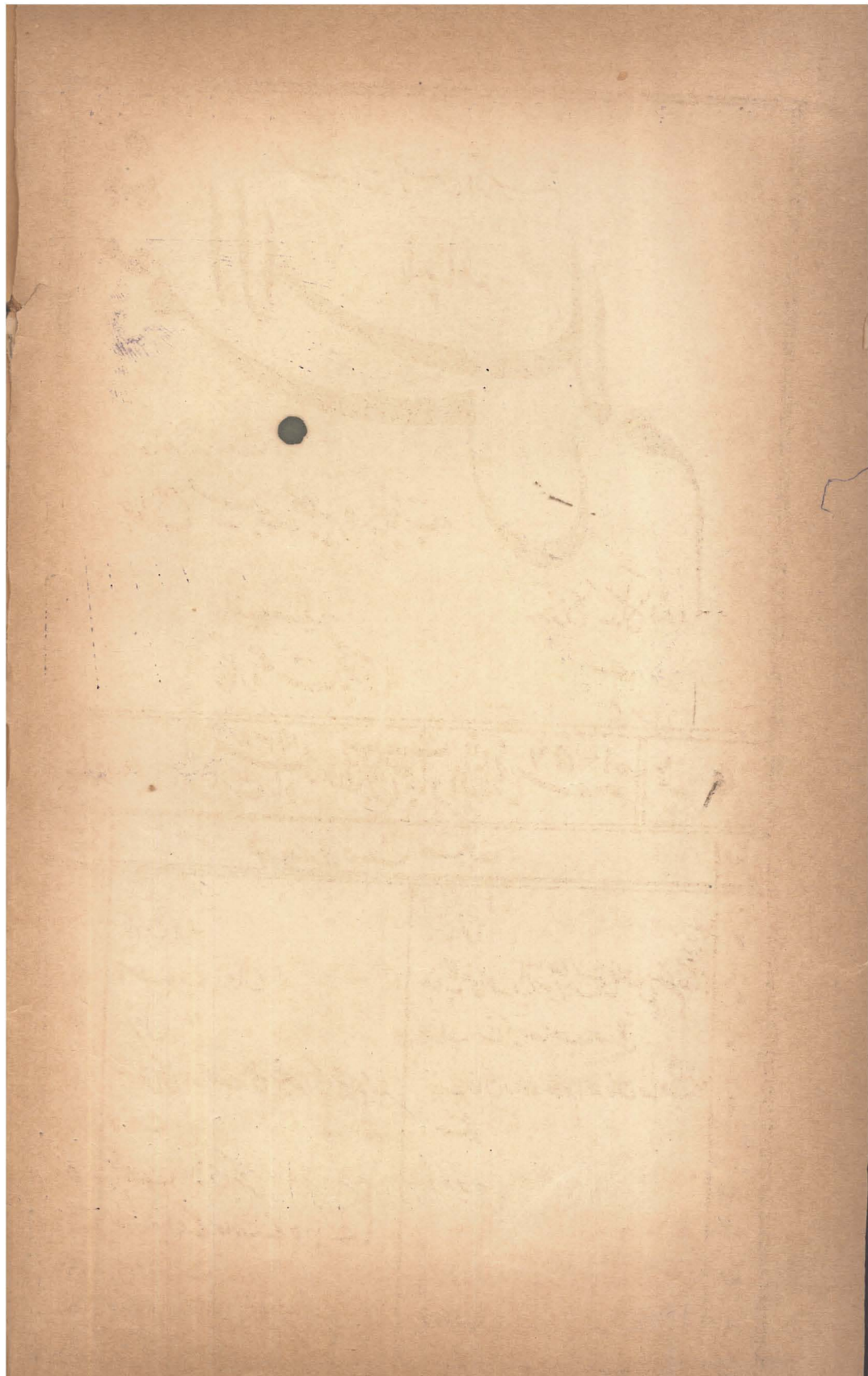




تالیف: حضرت مولانا محمد رضا بکوی امیر خزانہ انصار بمبئیہ
(پنجاب)



بسم اللہ الرحمن الرحیم

شمارہ ۱۱

ماہنامہ

مقام اشاعت :-
جامع مسجد بھیرہ پنجاب

چند سالانہ

نائب مدیر :-

افتخار احمد بگوی

عصر

جلد ۸

شمارہ ۱۱۳۵۶

بابت ماہ مطابق جماد الثانی ۱۳۵۶ھ

نمبر ۹

نمبر شمارہ	فہرست مضامین	صفحہ
۱	تاریخ و عبر	۲
۲	اسباب زوال	۷
۳	غزل	۸
۴	تبکشتہ علی احمد کلب علی شیعہ کی تیرہویں	۹
۵	ملاقات	۱۹
۶	فہمت الذی کفر	۲۸
۷	میرزاؤں کے سوالات کے جوابات	نوم
۸	شذرات	۳۸
۹	ہر قسم مزاحمت پر تبصرو	
۱۰	عمرن احساں	

تاریخ و عبر

غازی محمد بن قاسم

حجاج بن یوسف نے خلیفہ ولید بن عبدالملک سے اجازت حاصل کر کے محمد بن قاسم کی سپہ سالاری میں بارہ ہزار فوج ہندوستان روانہ کی۔ اس مہم کے سر کرنے کے لئے پہلے عامر بن عبدالملک نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ مگر حجاج نے اپنے داماد محمد بن قاسم بن محمد بن عقیل لقمی کو منتخب کیا۔ محمد بن قاسم اس وقت فارس کا گورنر و شیراز میں قیام تھا۔ وہاں سے طلب کر کے حجاج نے محمد بن قاسم کو اس مہم پر روانہ کیا۔ حجاج نے ایک سترہ سالہ نوجوان کو کیوں پسند کیا بحیثیت داد واد کے اس کے لئے یہ زیادہ مناسب تھا کہ ایک پُر امن صوبہ کا گورنر رہے دیا جاتا۔ حقیقت یہ ہے کہ محمد بن قاسم کے دل طعن اور اس کی فوج سے حجاج بن یوسف آگاہ ہو چکا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اس کے پہلو میں دل نہیں بلکہ عشق و ملت کا ایک متشکک ہے۔ اور اس کی روح روح حیات جاوید کے جویاں ہے۔ اس لئے وہ شہادت کو اس قدر محبوب کھتا ہے جس قدر دوسرا زندگی کو گھٹتا ہے۔ اور ایک ایسی مہم پر اور ایک ایسے ملک میں جو مسلمانوں کے لئے بالکل نیا تھا۔ ایسے ہی شخص کو بھیجا جاتا تھا جو موت کو زندگی سے زیادہ پیوستہ سمجھتا ہو۔ اور عشقِ ملت نے جس کے سر کو وبال و دش بھار رکھا ہو۔ بہر حال ان حالات کے تحت غازی محمد بن قاسم صرف بارہ ہزار فوج کے ساتھ عازم ہندوستان تھے۔ اس کے علاوہ حسن بن مخیرہ کی سرکردگی میں ایک بحری بیڑہ بھی روانہ کیا۔ جس میں سامانِ رسد کے علاوہ قلعہ کشانی کے آلات بھی تھے۔ اور تقریباً بندرِ دہلی پر بیڑہ اور فوج ساتھ ہی پہنچے۔ مجاہدین کی مزاحمت سب سے پہلے ارضِ سبیل پر راجہ داہر کی فوجوں نے کی مگر شکست کھا کر فرار ہونے پر مجبور ہوئے۔ اس کے بعد بندرِ دہلی کا اسلامی فوج اور اسلامی بیڑہ نے محاصرہ کر لیا۔ اور قلعے عرصہ میں فتح کر لیا۔ فتح کر نیکی بعد کسی قسم کی ٹوٹ مار یا قتل و غارت گری نہیں کی گئی۔ بلکہ دہلی کے انصاری خانہ کو وہاں کی حکومت سپرد کر دی۔ حمید بن ذریعہ کو اس کی تختی میں تختہ یا افسر لوہے مقرر کر کے لگے بڑھا دہلی کی فتح کا حال سنکر راجہ داہر نے عازم محمد بن قاسم کو لکھا کہ اگر فتح پر تم مغرور نہ ہو جانا ہم تمہارا ہمہ بھی باقی نہ چھوڑیں گے۔ اس کا جواب غازی نے یہ دیا جس سے اس کی حملہ آورگی کی وجہ صاف معلوم ہو جاتی ہے۔ ہم نے آپ پر آپ کی اس بد اعمالی کی وجہ سے چڑھائی کی ہے کہ آپ نے سرزمین کے جہازوں کا مال جو خلیفہ کے لئے جاتا تھا۔ ٹوٹ لیا اور بیگناہ مسلمانوں کو کپڑا کر قید کیا۔ عورتوں اور بچوں کو لوٹ ڈیا غلام بنایا۔ ہمارے خلیفہ کے فرمان کا ادب ری دیتا کرتی ہے۔ مگر آپ نے اس کا کچھ خیال ہی نہ کیا۔ مجھ کو خلیفہ نے حکم دیا ہے کہ آپ کو اس گستاخی و بد اعمالی کی سزا دوں۔ آپ نے جو اپنی قوت و شوکت کی نسبت لکھا ہے اس سے ابطاع ہوئی۔ مگر ہم لوگ

خدا پر بھروسہ رکھتے ہیں لاکھوں ولا حقہ الا باللہ۔

دبیل کی فتح کے بعد اسلامی لشکر بیتون کی جانب متوجہ ہوا۔ مگر یہاں کے لوگوں نے حجاج بن یوسف سے پیچھے ہی امان طلب کر لی تھی وہاں کے شہری تحائف و بدایا کے ساتھ اسلامی لشکر کے استقبال کے لئے نکلے اور غرت و احترام کے ساتھ شہر میں گینگے۔ اسلامی سپہ سالار نے بھی ان شہر داروں کے ساتھ نہایت اچھا سلوک کیا۔ اس کے بعد سترہ سالہ سنیا پتی بہر وچ کی طرف روانہ ہوا۔ یہاں راجہ کے بھتیجے نے قلعہ بند ہو کر مقابلہ کیا۔ مگر تاب نہ دیا موت اپنے اندر نہ پا کر ایک دن راتوں رات فرار ہو گیا۔ کچھ جاٹوں نے اسلامی لشکر پر شیخون مارنے کی کوشش کی تھی لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ بہت سے جاٹ گرفتار ہو کر لائے گئے تو محمد بن قاسم نے ان کو نصیحت کر کے چھوڑ دیا۔ اسی قسم کا حسن سلوک تھا جو جاٹوں کے قبول اسلام کا سبب ہوا۔

یہاں سے غازی نے بسوستان کا رخ کیا۔ اور اُسے بھی فتح کر لیا۔ اور یہاں کے پنڈتوں کو انعام اکرام سے مالا مال کر دیا۔ غرض اسی طرح فتوحات حاصل کرتا ہوا راجہ داہر سے مقابلہ ہوا۔ اس میدان میں اسلامی لشکر کی تعداد ۵۰ ہزار تھی اور راجہ داہر کی فوج کی تعداد پچیس تیس ہزار زرد پوش سپاہی دس ہزار نیزہ دار اور ساٹھ جنگی ہتھیار مشتمل تھی۔ محمد بن قاسم کے ہمراہ کل بارہ ہزار مجاہدین آئے تھے اپنی جنگوں میں بہت شہید ہو چکے تھے۔ اس لئے ۶ ہزار کے قریب اصلی مجاہد فوج باقی رہ گئی تھی لیکن اس محرم میں ۵۰ ہزار فوج بیان کی گئی ہے یہ سب وہ لوگ تھے جو اسی دوران میں محمد بن قاسم کے حسن سلوک سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئے تھے۔ یہ حال یہ کہ تین دن گرم رہا۔ تیسرے دن راجہ داہر کی فوج کا بڑا حصہ ہلاک ہوا۔ اور اس کے بعد بھگدڑ پڑ گئی۔ مگر راجہ داہر ایک ہزار فوج کے ساتھ میدان جنگ میں ڈاربا۔ اور دو دھڑائی دے کر محمد بن قاسم کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور اس محرم نے اس حقیقت کو آشکارا کر دیا کہ اب اس ملک کی قسمت مسلمانوں کے ساتھ وابستہ ہو گئی ہے قتل داہر کے بعد بہت سے برہمن اور فوجی سرداروں نے اگر محمد بن قاسم کی خدمت میں مسلمان ہو چکی درخواست کی چنانچہ ان کو مسلمان بنالیا گیا۔ دوسرے دن محمد بن قاسم نے مسادی کرادی کہ شخص آزاد ہے جس کا جی چاہے مسلمان جس کا جی چاہے اپنے آبائی مذہب پر ہے۔ ہر شخص اپنی مرضی کا مالک ہے۔ یہ واضح ہے کہ اس محرم میں وہ یا تو مسلمان باغی بھی تھے جن کو راجہ داہر نے پناہ دی تھی۔ اور وہ بھی اس کی طرف سے اسلامی لشکر سے لڑے تھے۔ مگر ان باغیوں کا سردار محمد عثمانی کچھ نکلا تھا۔ چنانچہ راجہ داہر کا بیٹا جے سنگھ اور محمد عثمانی یہاں سے لشکر بہمن آباد میں جا کر قلعہ بند ہے۔ اور اس کی طرف ہی ہو گئی بہمن آباد کا کل چھ ماہ کے بعد بڑی وقتوں سے فتح ہوا۔ کیونکہ یہاں ہو و مضبوط قلعہ تھا اور وہاں کے انتظامات کر کے محمد بن قاسم آگے بڑھا۔ یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ بہمن آباد میں بھی کسی کو قوتی بھر نقصان نہیں پہنچا بلکہ شہر کے انتظامات بھی اہل شہر ہی کے سپرد کر دیئے گئے۔ یہاں راجہ داہر کا راجہ

راجہ فی شہر لاری کی طرف روانہ ہوا۔ شہر شہر والوں نے بغیر طے بھڑے سپرد کر دیا۔ اس کے بعد محمد بن قاسم نے ملتان کا رخ کیا۔ اور ملتان کو بھی فتح کر لیا۔ جس کے بعد صوبہ سندھ کی فتح مکمل ہو گئی۔ محمد بن قاسم کے وقت کا صوبہ سندھ آج کے صوبہ سندھ سے مختلف اور بہت وسیع تھا۔

شاید کسی کو یہ خیال ہو کہ حاجیوں کے بیڑ کی غارت گری کا مسلمانوں نے یہاں نہ بنا کر مکہ کیا ہو۔ تو ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ تمام مسلمان جوان جہازوں سے گرفتار کئے گئے تھے۔ وہ سب باجرہ دہرے جلیں میں پہلے شہر لور اور پھر بن آباد کے جلیں میں مقید تھے۔ بالآخر فتح سندھ کے بعد ان کو رہائی نصیب ہوئی۔

محمد بن قاسم نے اپنے تمام زمانہ سپہ سالاری و حکومت میں ایک بت خانہ بھی نہیں توڑا۔ نہ کسی ایک غیر مسلم شہر یا کو قتل کیا۔ اور نہ ان کے اموال و زمینیں ضبط کیں۔ بلکہ اکثر و بیشتر مقامی ہندوؤں سے اطاعت و فرمانبرداری کا معاہدہ کئے ان کی حکومت ان ہی کے سپرد کر دی۔

محمد بن یوسف نے محمد بن قاسم کو ہدایت کر دی تھی۔ کہ وہ ہر ایک ملک کی ریٹ ان کو کرتے رہیں۔ اور مرکز سے جو ہدایت نہیں۔ ان کی تعمیل کریں۔ چنانچہ محمد بن قاسم نے اس حکم کی حرف بحرف تعمیل کی۔ اس زمانہ میں جو حکامات موصول ہوئے ان میں سے چند یہاں نقل کئے جاتے ہیں جن سے یہ پتہ چلے گا۔ کہ محمد بن قاسم نے ہندوستان میں کس قسم کی پالیسی اختیار کی۔ اور ہندوؤں کے ساتھ کیسا طرز عمل اختیار کیا۔ فتح و بیل کی اطلاع پا کر حجاج نے محمد بن قاسم کو لکھا کہ

جب تم ملک پر قابض ہو جاؤ تو قتلوں کی استوری اور لشکر کی رفع احتیاج کے بعد تمام اموال و خزانوں کو رعایا کی بہبود اور رفاه و خلق میں خرچ کرنا اور یاد رکھو۔ کہ کاشتکاروں۔ کارگریوں۔ سوداگروں اور پیشہ دروں کی خوش حالی اور خانہ البالی سے ملک آباد و سرسبز ہوتا ہے۔ رعایا کے ساتھ ہمیشہ رعایت کرو۔ کہ وہ تمہاری محبت کی طرف راغب ہوئے۔ دوسرا خزانہ حسب ذیل ہے۔ اہل برہمن کے ساتھ نہایت نرمی اور دلہی کا سلوک کرو۔ ان کی بہبودی

لئے کوشش کرو۔ لڑنے والوں میں سے جو تم سے امان طلب کرے۔ اس کو ضرور امان دو۔ کسی تمام کے اکابر سردار تمہاری ملاقات کو آئیں تو ان کو قیمتی خلعت اور انعام و اکرام سے سرفراز کرو۔ عقل و دانائی کو اپنا رہبر بناؤ۔ جو وعدہ کسی سے کرو۔ اس کو ضرور پورا کرو۔ تمہارے قول و فعل پر سندھ والوں کو پورا اطمینان ہونا چاہیے۔

تیسرا فرمان۔ جو کوئی تم سے جاگیر و ریاست طلب کرے۔ تم اس کو ناامیدیت کرو۔ درخواستوں کو قبول کرو۔ غوغا و فساد سے رعایا کو مطمئن کرو۔ سلطنت کے چار اکان ہیں۔ اول مداد۔ درگزر اور محبت۔ دوم سخاوت و انعام۔ سوم دشمنوں کی مزاح شہاسی اور ان کی مخالفت میں عقل کو ہاتھ سے نہ دینا۔ چہارم قوت و شہادت۔ تم راجاؤں سے جو عہد کرو اس پر قائم رہو۔ جب وہ مالگداری دینے کا اقرار کر لیں۔ تو ہر طرح ان کی اعانت و امداد کرو۔ جب کسی کو نصیر بنا کر سچو تو اس کی عقل و امانت کو بچاؤ۔ جو شخص کو حیدر الخا کا اقرار کرے۔ اس کے بال اسباب اور ننگ کو برقرار رکھو۔

لیکن جو اسام قبول نہ کرے۔ اس کو صرف اس قدر مجبور کرو۔ کہ وہ تمہارا مطیع ہو جائے۔ اور بجاوت و سرکشی سے باز آئے۔ اور بجاوت و سرکشی کے اس سے لڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ شریف و رذیل میں امتیاز کرو۔ ایسا بھی نہ ہو کہ تمہاری صلح جونی کو دشمن تمہاری کمزوری محسوس کریں۔

چوتھا فرمان۔ پنج وقتہ نمازیں سستی نہ کرو۔ بکیر و قرأت اور رکوع و سجود میں خدا تعالیٰ کے روبرو تضرع و زاری کیا کرو۔ تہان پہر وقت ذکر الہی جاری رکھو کسی شخص کو نوک و توقت خدا تعالیٰ کی مہربانی کے بغیر نہیں پہنچتی۔ اگر تم خدا تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ کرو گے۔ تو یقیناً منقطع و منصف ہو گے۔

پانچواں فرمان۔ ہمارا اہتمام و انتظام اور ہر ایک کام شرع کے موافق ہو۔ مگر ہر خاص عام کو امان نیچے اور دوست و دشمن میں تمیز نہ کرنے سے ایسا نہ ہو کہ کام بگڑ جائے۔ جو لوگ بزرگ اور ذی وقفت ہوں ان کو ضرورتاً دو۔ مگر شیر اور بدعاش کو دیکھ بھال آزاد کیا کرو۔ اپنے عہد و پیمان کا ہمیشہ لحاظ رکھو۔ اور اس پسند رعایا کی انتہات کو یعنی زنی اور درگزر سے کام لو۔

ان فرامین سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ محمد بن قاسم نے ہندوؤں کے ساتھ کیسا طرز عمل اختیار کیا ہوگا۔ اس کو زنجیل اور واٹر لئے کے فرامین میں جو اپنی تشدد پسندی سخت گیری اور دشت مزاجی میں جہان تک مسلمانوں کے باہمی منافقت کا تعلق ہے سخت بلام شہرت کا مالک ہے اگر ان احکام کی محمد بن قاسم ذرہ برابر خلاف ورزی کرتا تو حجاج اس کی کھال کچھالیتا۔ اس لئے اس امر کا بھی امکان نہیں ہے۔ کہ محمد بن قاسم نے اس کی خلاف ورزی کی ہوگی لیکن یہ صرف قیاس ہے اور جب تک واقعات سے اس کی تصدیق نہ ہو۔ اس وقت تک شبہ رہتا ہے۔ سو الحمد للہ کہ واقعات خاموش نہیں ہیں بلکہ ان کی زبان اور نیادہ صاف اور واضح ہے۔ اور وہ ناقابل انکار طریقہ پر پیش ہیں کہ محمد بن قاسم نے رعایا پروری و غفور و درگزر امان دی استالت۔ مفتوح نوازی میں ہدایات بالا پر ہی عمل نہیں کیا بلکہ اس قدر زیادہ غفور و درگزر سے کام لیا۔ کہ حجاج کو جب معلوم ہوا تو اسے لکھنا پڑا۔ کہ شیر اور بدعاشوں کو دیکھ بھال کر آزاد کیا کرو۔ اس نے تین فیصدی سرکاری خزانہ میں سے زمینوں کا حق مقرر کر دیا۔ کہ وہ اس سے مندروں کا انتظام کریں۔ مندروں کو جاگیریں عطا کیں۔ اور جب زمینوں نے آکر شکایت کی۔ کہ ہندوؤں نے مسلمان پٹیاہیوں کے خوف سے بتوں کی پوجا کے لئے مندروں میں آنا ترک کر دیا ہے۔ اس سے ہماری آمدنی میں کمی ہوگئی ہے۔ اور بعض مندروں کی بڑی عمارت کو سنگباری سے نقصان پہنچا ہے۔ ان کی مرمت ہونی چاہیے۔ اور یہ ہے جو حقوق میں ہندوؤں پر ہمیشہ دعوں کی طرح ہم کو بھی ملنے چاہئیں۔ محمد بن قاسم نے یہ کیفیت حجاج کو لکھ بھیجی۔ اس کا فرمان موصول ہوا کہ۔ تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ برہمن آباد کے ہندو اپنے مندروں کی عمارت درست کرنا چاہتے ہیں۔ چونکہ طاعت قبول کر لی ہے۔ لہذا ان کو اپنے معبودوں کی عبادت میں آزادی حاصل ہونی چاہیے۔ اور کسی قسم کا جبر کسی پر مناسب نہیں۔

محمد بن قاسم کے پاس جس وقت یہ فرمان پہنچا اس نے یمن آباد کے تمام اکابر امراء کو بلا یا اور برہمنوں اور پجاریوں کے حقوق کی تحقیق کی۔ اور راجہ دہر کے زمانے میں سلطنت کی طرف سے جو جو رعائتیں حاصل تھیں۔ وہ معلوم کیں۔ اس کے بعد اعلان کر دیا کہ جو لوگ اپنے باپ دادا کے مراسم کے پابند ہیں۔ ان کو قہریم کی آزادی ان مراسم کے بجالانے کی حاصل ہے کوئی شخص معرض نہ ہو سکیگا۔ برہمنوں کو دان پان دکشا اور بھٹیٹ جس طرح پہلے دیتے تھے۔ اب بھی دیں اپنے مندروں میں آ زادانہ پوجا پاٹ کریں محصل ملکی میں سے تین سو پے فیصدی برہمنوں کے لئے الگ خزانے میں جمع کیا جائیگا۔ اس روپے کو برہمن جس وقت چاہیں۔ مندروں کی خدمت اور ضروری سامان کے لئے براہم کو دے سکتے ہیں۔ اس کے بعد برہمنوں کے سب سے بڑے پنڈت کو رانا کا خطاب دے کر امور مذہبی کا مہتمم مقرر کر دیا۔ حجاج کا ایک فرمان اور بھی ملاحظہ ہو۔ جس سے انتظام ملکی پر روشنی پڑتی ہے۔

”جو لوگ اہل حرب ہیں ان سے رطو جو اطاعت قبول کریں۔ ان کو امان دو۔ صناعتوں اور تاجروں پر کوئی محصول یا ٹیکس نہ عائد کرو۔ جو شخص زراعت میں زیادہ توجہ اور جانفشانی سے کام لیتا ہے۔ اس کی مدد کرو۔ اور تقاوی دو۔ جو اسلام قبول کریں ان سے زمین کی پیداوار کا دسواں حصہ لو۔ اور جو لوگ اپنے مذہب پر قائم رہیں ان سے وہی مال گذاری وصول کرو جو وہ اپنے راجاؤں کو دیا کرتے تھے۔“

جب سندھ بالکل فتح ہو چکا تو حجاج نے محمد بن قاسم کو خود مختار کر دیا۔ یعنی آئندہ ہر ایک معاملے میں رائے اور ہدایت دریافت کرنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اپنے صوابدید اور رائے کے مطابق معاملات ملکی کو فیصلہ کرنے کی اجازت دی۔ چنانچہ لکھتا ہے۔

”میں تمہارے ملکی انتظامات سے بہت خوش ہوں۔ تم ایسے کام کرو۔ کہ تمہارا نام روشن ہو۔ تمہارا ہر ایک کام میں مجھ سے صلاح پوچھنا تمہارے حزم و اعتدال کی دلیل ہے۔ مگر فاصلہ اس قدر دور براز کا ہے کہ خطوط کے جواب پہنچنے میں دیر ہوتی ہے۔ اور اس سے کاموں میں التوا ہوتا ہے۔ لہذا اب تم بطور خود رعیت نوآوری و عدل کسب کے طریقوں پر آزادانہ عمل درآمد کرو۔“

—

کشف الملبیس اول حصہ سوم۔ مؤلف سید ولایت حسین شاہ صاحب دیوری۔ یہ کتاب شمس الاسلام کے ساتھ جمع ہو چکی ہے۔ اس کی چند کاپیاں زائد طبع کرائی گئی ہیں۔ شائقین جلدی طلب کریں شیخ کا رس ”لورایمان“ کوئی دفعہ جمع ہو چکا ہے اس کتاب کے ذریعے شیخوں کے نور ایمان یا طلعت کفر کی حقیقت واضح کی گئی ہے۔ ان کے انقضات کے جوابات نہایت متانت و شائستگی سے دیئے گئے ہیں قیمت ہر درجہ ۸ روپے کا پتہ :- منیجر شمس الاسلام بھیرہ (پنجاب)

اسبابِ نوال

از محمد عبدالرحمن مولوی عالم دینی فاضل امیڈار مولوی فاضل شیعہ دارالعلوم عربیہ اسلامیہ

یہ ایک حقیقت ہے کہ دورِ حاضر میں تمام مذہب و ادیان کے افراد کے مقابلہ میں مسلمان محکوس ترقی کر رہے ہیں۔ اور ترقی کی طرف دن بدن جا رہے ہیں۔ اور اس پطرت یہ کہ پرواہ تک نہیں کہ ہم کئیوں فیملی و خوار ہو رہے ہیں۔ اس کا سبب اور اس کی علت کیا ہے۔ خداوندِ قدوس نے مسلمان کو دائمی الاعلون جیسے اعلیٰ لقب سے ملقب فرمایا۔ اور کفتم خلیفۃ جلیہ زین خطاب سے مخاطب فرمایا۔ پھر اس کی وجہ کیا ہے کہ مسلمان ذلیل و خوار ہے لیکن جب شیخ بصریت کو ذرا داکر کے غور کیا جائے۔ تو بیروانی و زلت کے اسباب اظہر من الشمس ہو جاتے ہیں۔ اور کئی قسم کا شبہ و تردید نہیں رہ سکتا۔ یہ عقدہ تب ہی حل ہو سکتا ہے کہ ہم اس دور کے مسلمان کے حالات کا مشاہدہ کریں۔ اور اندازہ لگائیں کہ کیا وہ افعال و اعمال جو قرونِ ثلثہ کے مسلمانوں میں موجود تھے اس زمانہ کے مسلمانوں میں موجود ہیں یا نہیں۔ اس کے بعد میں غور کرنا چاہئے کہ ہم بھی وہی کلمہ پڑھتے ہیں اور اسی خدا کو ملتے ہیں جس کو وہ ملتے تھے۔ مگر بعد ازینا کے حاکم تھے اور ہم محکوم۔ اس زمانہ کے مسلمانوں اور زمانہ قدیم کے مسلمانوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ چہ نسبت خاک کا با عالم پاک، ہم نے صحابہ کرام کی اقتداء و اتباع چھوڑ دی مسلمان کی تو یہ نشان ہوئی چاہئے کہ اس کے دل میں اللہ کا گھر ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فلیک بنی و جعتی بیتک (حنت قدسی) کہ اے مومن تیرا دل میرا گھر ہے۔ اور ذرا گھر میری جنت ہے۔ خدا ہمارے گھر کو کشمکشوں کے محلوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ ہمارا بھی فرض ہے کہ خدا کے گھر یعنی اپنے دل کو غیر اللہ کا گھر نہ بنائیں بچپن میں بوجہ جہالت والذین ان کو علم کے بے بہا مہوتیوں اور بولہات سے محروم رکھتے ہیں۔ حالانکہ اس حضرت خداہ ابی داعی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ جب بچہ پیدا ہو۔ تو والدین کا فرض الین ہے کہ اس کا نام اچھا مقرر کریں جب ذرا بڑا ہو تو تعلیم کی ذمہ داری لڑی میں منسلک کر دیں۔ تاکہ معرفتِ خدا کے طرق سے بہرہ ور ہو کہ اللہ تاک رسائی کی سعی کرے اور حقوق والدین کی نگہداشت کر کے اچھے اور نیک کام میں مصروف و مشغول ہو کر ظلالِ دارین حاصل کرے۔ اس وقت اگر مسلمان کی اولاد اپنے والدین اور دینداروں کی عزت و توقیر نہیں رکھتی۔ تو اس کی صرف یہی وجہ ہے کہ وہ جاہل ہوتی ہے۔ اسے کیا معلوم کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے والدین کے کیا حقوق عطا فرمائے ہیں۔ فقیہ ابواللیث صاحب تنبیہ الخافین میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک ایک دن میرے والد ماجد کی خدمت میں ایک کسان حاضر تھا۔ اور اپنے لڑکے کی شکایت کرنے لگا۔ کہ اس نے مجھے سخت تکلیف دی ہے۔ جب وہ شکایت کو بیان کر چکا۔ تو والدین دنگوار فرماتے گئے۔ کہ تمہیں علم ہے۔ کہ

اس نے کیوں تجھے زد و کوب کیا ہے اور تیری عزت کی کچھ بھی پرواہ نہیں کی۔ اس نے عرض کیا مجھے تو اس کا سبب معلوم نہیں والد بزرگوار نے فرمایا۔ کدیر اخیال ہے کہ صبح کے وقت وہ اپنے دونوں ہتھوں کو لیکر چل چلانے کے لئے جا رہا ہوگا۔ گدھے پر سوار ہوگا۔ کتنا اس کے ساتھ ہوگا۔ اس وقت تو بھی کہیں سے اس کے سامنے آ گیا ہوگا۔ بوجہ جال ہوئی کہ وہ بلی اور والد کے حقوق میں فرق نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے تمہیں یہ ایذا دی۔ عہد طفلی کے بعد نہ شباب میں جوانی کی نئی نئی آہنگیں ہوتی ہیں۔ ہر وقت ہر ساعت اور ہر دن میں نئے نئے خیالات پیدا ہوتے ہیں خواہشات نفسانی کے ابتداء میں اس فادر مطمن کو بھلا دیا جاتا ہے۔ نہ تعلیم کا شوق ہوتا ہے نہ عبادت میں لذت حاصل ہوتی ہے۔ بلکہ لہو و لب میں وقت کو ضائع کیا جاتا ہے۔ نہ نڈیر چھٹو دار ہوتا ہے۔ اس وقت عبادت کی طرف آخری وقت میں رخت کی جاتی ہے۔ اور گرگ ظالمے شود پر ہنیر گاؤ کا مصداق بن جاتا ہے۔ عبادت کرے بھی تو چونکہ قوی و اعضا میں تکامل و تساہل پیدا ہو جاتا ہے اور قوت عقلی کمزور ہو جاتی ہے۔ اس لئے لذت حاصل نہیں ہوتی۔ آج بھی اگر مسلمان غور و فکر سے کام لیں اور یہی کام شروع کر دیں جو کہ صحابہ کرام نے کئے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و فرمانبرداری کو اپنا شعار بنائیں۔ اور اللہ کے سوا کسی سے خوف نہ کریں۔ تو توفیق کے اہل مدارج حاصل کر کے اقوام عالم کے دوش بدوش با عزت زندگی بسر کر کے دین و دنیا میں جنت و جہنم ہو سکتے ہیں *

غزل

(از جناب شاہ کرم صدیقی)

اپنی اس حالت کا تاروں کو گواہ کرتا ہوں میں
تو تینے چشم ان کی خاک راہ کرتا ہوں میں
نذر رحمت کے لئے واعظ گناہ کرتا ہوں میں
لالہ میں گم بہار خانقاہ کرتا ہوں میں
شوقِ دل سے یاد ان کو خواہ مخواہ کرتا ہوں میں
ان کے دہرِ چل کے تازہ رسمِ وراہ کرتا ہوں میں
ہم نشینِ ناہی کا ششِ خضر راہ کرتا ہوں میں

ان کے غم میں رات کو جس وقت آہ کرتا ہوں میں
میری آنکھوں کو ہوا پوسی کا تا حاصلِ شرف
مجھ کو بھی معلوم نہیں کی کی بہاریں ہیں مگر !
اس قدر بیزار ہوں لئے ہمنشین میں شرک سے
میر جی الفت کو پذیرائی کا جبہ دیں نہ دیں
ہو رہی ہے دل کی حالت آج کچھ بے کیف سی
عشق ہی ان کا ہے کافی راہِ ہمایر سے لئے

لڑہ برائے نام ہو جاتے ہیں نئے چرخ پر
ان کی جانب شکوہ جاتے ہیں کہ گاہ کرتا ہوں میں

بنگش سنی اور کلب علی شیعہ کی تیرہویں ملاقات

بہ سلسلہ اشاعت گذشتہ

(راز خان زادہ غلام احمد خان صاحب بنگش)

کلب عباس نے میں اپنے دوست کلب علی وغیرہ کے ہمراہ آج آپ کے بقایا دہل عذرا کردہ الزامات کے جواب سننے کیلئے محضر خدمت ہوئے ہیں تاکہ فرط اس کے جھگڑے کا انجام بھی تو نہیں۔

بنگش: بتائیں الزام یہ تھا کہ تمہارے اماموں نے خدا کی گرفت سے بے پرواہ ہو کر اپنے رافضہ کیلئے ضمانت جنت بننے کا دعویٰ کیا ہے جس کا آپ نے ثبوت طلب کیا تھا پس آپ نہیں پر حیات القلوب جلد سوم ص ۱۳۱ حضرت باقر مجاہد سے از شیعوہ خود خطاب کرو کہ تمہا شیعیان خدا بند و شما یاوران خدا بند و شما شیعہ سالبقون اولون و سالبقون آخرون و سالبقون در دنیا و سالبقون در آخرت بسوئے بہشت ماضی شدہ ایم از بڑے شما بہشت را بضاعتی خدا و ضامنئی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم یعنی باقر نے اپنے بعض شیعوں کو سکھایا کہ تم لوگ خدا کے شیعہ ہو۔ اور اس کے مددگار ہو۔ (اور قرآن میں جن آدمیوں کے واسطے ایمانوں کی تعریف خدا کی جانب سے ہو کر سالبقون اولون کے خطاب سے پکڑے گئے ہیں) وہ تم ہی ہو یہی طرح سے مابعد کے لوگوں کے بھی تم سزاوار ہو۔ بلکہ دنیا میں بھی سب سے مقدم ہو اور آخرت میں بھی سب سے پہلے جنت میں آپ لوگوں کا داخلہ ہو گا ہم تمہارے ضمانت جنت ہیں۔ اور یہ ہماری ذمہ داری خدا و رسول کی ذمہ داری ہے۔ ہا تو یہو ہا نکدہ ان کتہم صا د قین حالانکہ حضور باقر اور ان کے فرزند ولید جو بھی اس قابل نہیں ہیں کہ ان پر یقینی حجت ہو نیکا حکم لگایا جائے پس یہی حجت ہے۔ بارگاہ کبریائے خدائے جبار و قہار کے حضور میں خدائے کریم اس سے ہم کو اپنی بنیاد میں رکھے۔ تاہم یہ قول سمجھ سے باہر ہے کہ تم شیعہ (سالبقون در دنیا) بھی ہو۔ کیا اتفاق و توفیق میں۔ یا قرآن کی مخالفت میں یا اصحاب نبی کے ساتھ دشمنی اور گالیوں میں۔

(۴) خدا کی جانب سے رنگ رنگ کتابوں کو نازل شدہ تاکہ قرآن کریم کو اپنی طرف سے بیکار ثابت کرنے کی سعی حاصل کرنا اس کے متعلق آپ ملاحظہ کریں۔ امام مہدی کی منظور نظر کتاب کافی اور

اس کا باب ذکر صحیفہ و جعفر و جامعہ مصحف فاطمہ۔ حالانکہ ان چاروں میں سے ہر ایک فرداً فرداً عجیب و غریب ہو گیا ہے۔ ان میں مصحف فاطمہ توجہ جلیل کے ذریعہ نازل شدہ بتلایا ہے۔ اور جعفر و قاسم کے ہیں ایک جعفر امین یعنی سفید اس میں تو حلال حرام ہر دو امور کی شرح ہے۔ اور دوسرا جعفر احمر یعنی سرخ۔ امداد امام جعفر اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ چیزیں عالمے پاس موجود ہیں جن سے تمہارے چچا زاد بھائی یعنی امام حسن کی اولاد بہ سبب بغضِ جسد کے انکار ہی ہیں۔ دنیا کے لالچ نے ان کو متحد کر کے راہِ حق سے منحرف کر لیا ہے۔

نوٹ :- دیکھو۔ خاندانِ عترت۔ طہارت کے رکن رکن امام حسنؑ کی اولاد پاک کو کسی شونچی دے دے باکی سے بے دین ثابت کر کے اپنی امامت کا سکہ جمانے کے لئے جعفر کا بے بنیاد قصہ اپنے دماغ سے ایجاد کیا ہے جس سے ایک طرف تو امام حسن رحمۃ اللہ علیہ کو ایذا پہنچا۔ اور ان کی ایذا علی و فاطمہ کو ایذا دینا ہے پس مطابق حدیثِ شریفہ "من اذاعا فقد اذانی" کہ جس نے فاطمہ کو دکھ دیا۔ اُس نے مجھ کو دکھ دیا۔ اور دوسری طرف جعفر امین یعنی سفید جعفر میں حلال و حرام کا ذخیرہ بنا کر قرآن مجید سے اپنے فحاشی شیعوں کو بے نیاز کر دیا۔ حالانکہ یہ ہر دو امور انفراداً محض ہیں لیکن شیعہ اپنے امام پر قرآن عظیم کو بیکار و بطل کرنے کا الزام لگانے سے باز نہیں رہتے تفصیل کی یہاں تجھائش نہیں۔

۱۵۔ حلال و حرام کے متعلق بھی آپ کے اماموں نے اپنے آپ کو مختار عام ظاہر کیا ہے۔ اس بارہ میں بھی آپ کا امام ابی جعفر ثانی و علی نقی امام دہم سے موسوم ہے۔ اپنے فحاشی شیعہ محمد بن سنان کو یوں بتائی کہ خود ہے خلاصہ حدیث مذکورہ امام زائدہ :- "ثم خلق محمد او علیاً و فاطمہ ثم خلقوا الف دھرت ثم خلق جميع الاشياء و فوض امورها اليهم فحمد يحلون ما يشاؤون و يحرمون ما يشاؤون" (کافی ص ۲۴۵) یعنی خدائے تبارک تعالیٰ نے پھر پیدا کیا محمد و علی و فاطمہ کو پھر اس کے بعد ایک ہزار زبانوں کے گلد جانے پر خداوند کریم نے تمام مخلوقات کو پیدا فرمایا۔ اور ان کے تمام احکامات کو ان میں بزرگواریوں کے سپرد کیا۔ پس وہ جس چیز کو چاہیں حلال کریں اور جس کو چاہیں حرام ٹھہرائیں۔

مہربان من کلب عباس! آپ کا مطلوبہ ثبوت ہم نے پیش کر دیا۔ اور آپ کے اپنے مذہبی تعلیمات کی روشنی میں یہ ایمان بھی ہے کہ یہ جو کچھ الفاظ امام کی طرف منسوب ہیں۔ یہ سب حق اور درست ہیں یہ رسولِ مہم تھا کہ زائدہ کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہما کو بھی حلال اور حرام کا اختیار حاصل تھا اور یہ کہنا گستاخی اور عداوت فی الدین ہے (فاستبدوا یا کلب عباس) وغیرہ تنبیہ الناس۔
راہِ جھوٹی آستینیں بنا کر ان کو شہرل بن اللہ اور جبرئیل و قرآن بتانا۔ اس معاملہ میں بھی آپ کے ایسے بڑی بے مافی سے سالفہ امتوں کے غلط نمونہ سے بھی بہت آگے نکل گئے ہیں ایسے امر کے ثبوت دینے کا میں نے

ذمہ اٹھایا ہے اور اب دینے کو تیار ہوں لیکن تفصیل کی توقع مجھ سے نہ رکھنا کیونکہ اس کے لئے تو کم از کم چار سو صفحات سیاہ کرنے پڑیں گے اور یہاں پر تو غلہ کے انبار سے ایک قبضہ بھر غلہ بطور نمونہ دکھانا مقصود ہے۔
اول: امام رضا فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ہمارے حق میں فرمایا ہے: **مَنْ شَرَعَ لَكُمْ مِنْ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ أَقِيمُوا الدِّينَ يَا آلَ مُحَمَّدٍ وَلَا تَتَّبِعُوا قَوْلَ مَنْ فِيهِ دُكُوعٌ أَوْ عَلَيَّ جَاعَتُهُ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مِنْ أَشْرَافِ بُلَايَتِ عَلِيٍّ مَا نَدَّ عَوَاهِمُ إِلَيْهِ مِنْ دَلَايَتِ عَلِيٍّ إِنَّ اللَّهَ يَأْخُذُ بِصُدَى إِلَيْهِ مَنْ يَنْدِبُ مَنْ يَجْبِيكَ إِلَى دَلَايَتِ عَلِيٍّ** (اصول کافی ص ۱۳۷) اس کے متفقہ امام شمس رضاؑ مشہدی نے واضح الفاظ میں ظاہر فرمایا ہے کہ: **مَنْ** (الذین شرع اللہ) دینہ فی کتابہ یعنی کہ ہم وہ نمونہ گذرہ ہیں کہ ہماری لئے قرآن میں مرقوم بالا خطبات نازل ہوئے ہیں حالانکہ موجودہ کتاب الہی میں جو دنیا کے کو نہ کو نہ میں موجود ہے۔ ان خرافات و فطیحات کا کہیں نام و نشان موجود نہیں۔

دوئم: ابی الریح نام امام کے ایک صحابی نے ابی جعفر رضی امام باقر سے پوچھا کہ علیؑ پر امیر المؤمنین کا نام کس نے رکھا ہے۔ تو امام نے جواب دیا کہ اللہ نے رکھا ہے۔ اور عربی کے حسب ذیل الفاظ بنا کر اس کو سنائیے: **وَإِنَّ مُحَمَّدًا رَسُولِي وَإِنَّمَا أُمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ** (کافی ص ۲۷) **فَلَعَنَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ السَّكَاذِبِينَ**۔

کتاب عباس (دکلب علی اگر تم کو قرآن سے کچھ محبت ہے۔ تو آپ بھی اس لعنت و تبرا میں شامل رہیں) میں لکھ کر اپنے ایمان بالقرآن کا ثبوت دینے لکھیں ذرا اپنے مدرسۃ الغائبین سے پوچھ کر اب کثافت کریں۔ **۱۔** یاد آیا کہ امام باقر نے عربی کے اس جملے کو خدا کی طرف سے نازل شدہ بتا کر یہ ارشاد بھی فرمایا ہے۔ **وَهُكَذَا انْذَلَ فِي كِتَابِهِ** کہ ایسا ہی نازل ہوا ہے خدا کی کتاب میں۔ کون سی کتاب میں کیا کتاب **رُل جعفر** میں یا کتاب **علی** میں جن کا جا بجا کثرت سے ذکر آپ کی متبر کتابوں میں مرقوم ہے لیکن موجودہ کتاب اللہ میں تو نہیں۔

۲۔ یہ کہ شیعہ اماموں نے فحاشی اور بد زبانی میں وہ کمال دکھایا ہے کہ پردہ زمین پر کوئی مذہب اور ان کے پیرو ان حضرات کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔

کافی کی پانچویں جلد کتاب الروضہ میں حضور جعفر صاحب امام رافضہ نے اپنے نسل کیجوری خلفائے نبی عباس باجموع اولاد حضرت عباسؑ علم مکرم نبیؑ و علیؑ کو بے حد گالیاں دی ہیں۔ ان کے چار و ششوں ۱۸-۲۰-۲۱ کے ۸۵-۸۶ سطروں میں سے صرف ایک سطر ملاحظہ ہو۔ **وَدَامَتْ التَّانِيثُ**

فی ولد العباس - ودايت الرجل معيشة من دبع - ومعيشة فرجھا - اولاد حضرت عباس کوزن صفت بتایا - اور ان مردوں کو مفعول اور ان کی عورتوں کو عام طور پر چلن زنا کار کہیں امام جعفر سے اس کا باپ اپنی بزرگی کی وجہ سے ایک قدم آگے رکھتا تھا گو ہر افشاں ہے: واللہ یا باخیر ان الناس کلھم اولاد بغایا ماخللا شیعنا (کافی کتاب الروضہ ص ۱۳۷) اے ابوخرمہ خدا کی قسم مجھے تابعین شیعوں کے سوا باقی تمام لوگ زندیوں کی اولاد و ولد الزنا ہیں - شاہاں رافضیہ

کے نمائندہ دیگر بہ تیغ ناز کشی مگر کہ زندہ کنی خلق را و باز کشی

ہم تو آپ کی اس نا اہلیت کو قبول کر کے جواب ترکی بہ ترکی دینے سے احتراز بھی کریں گے مگر افسوس کہ آپ کے اس غلیظ اور نفرت انگیز اور نہایت شرمناک فتویٰ بلکہ گالی سے خود خاندانِ عترت کے نزدیکی بھائی بند بلکہ طہارت کا مجسم نمونہ زید بن علی آپ کا حقیقی بھائی بھی نہیں بچ سکتا -

کلب عباس - امام اور ایسی فاش غلطی یہ کیونکر ممکن ہے - اول امام پیغمبروں سے افضل ہوتے ہیں ملاحظہ ہو کتاب اواعظ حصہ شیخ عبدعلی اور حیات القلوب جلد سوم ص ۱۱ - مرتبہ امامت بالاتر از مرتبہ پیغمبری است

دوم - امام زمین کا رب ہوتا ہے - حیات القلوب جلد ۱ ص ۱۱ - از حضرت صادق روایت است کہ "رب زمین امام زمین است" - سوم - امام عالم الغیب ہوتے ہیں کافی ص ۱۱۷ - چہارم - امام منبہ اللہ کے ہوتے ہیں - حیات القلوب جلد ۳ ص ۱۲ - اَللّٰہُ مَعَ اللّٰہِ اَللّٰہُ لَیْکَ الْوَسْطَہُ لَا یُہْجَرُ حضرت صادق فرمودہ کہ آیا امام ہدایت با امام ضلالت شریکے تو اندر دود وغیرہ صفات عالیہ نا متناسبیہ کے ذوات قدسیہ سے ایسی ضلالت پر شقاوت صادر ہو - حالانکہ حکیم کافی کلام امام کلام خدا ہوتا ہے -

ہفتم - میں اپنے دعویٰ کو بوجہ ثبوت مکرر دہر رہا ہوں - آپ کے امام ہونے پر فرمایا ہے کہ سوائے شیعہ کے باقی تمام لوگ زندی زائد و ولد الزنا ہوتے ہیں - میں نے اس کی بذربانی کاشکوکہ کرتے ہوئے اس امر پر افسوس کیا کہ آپ کے اس فتویٰ سے تو آپ کے خویش و اقربا بھی نہیں بچ سکتے - اب سنئے - امام باقر کا بھائی زید رحمۃ اللہ علیہ اپنی امامت کے دعویدار بھائی باقر صاحب کو رو بہ فرمایا ہے کہ تم کیونکر امام ہو سکتے ہو - لیس الامام متناہی جلس فی بیتہ کہ ہم میں سے وہ شخص کون سی دلیل سے امام ہو سکتا ہے - جو اپنے گھر میں پوشیدہ بیٹھا ہو - بلکہ امام وہ ہوتا ہے کہ وہ

فَمَنْ أَكْثَرُ بِبَيْتِ اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ "ودفع عن رعيته" جہاد کرتا ہو خدا کی راہ میں جیسا کہ حق جہاد ہے۔ اور رعیت سے ہر قسم کے غفلت کو رفع کرتا ہے۔ اس روایت اور حدیث باقری سے ثابت ہوا کہ زین العابدین امام چہارم کا فرزند دلیندہ زید اپنے بھائی باقر صاحب کی امامت کا قائل نہ تھا۔ (کافی کتاب الحجۃ ص ۲۵۵) ووم ابو عبد اللہ امام جعفر نے ایک شخص کے بارے میں فرمایا۔ انہ الذی الاھول الا کشف الا خض (کافی ص ۲۲۴) یعنی کہ کچھ چشم۔ شوم۔ سبز چشم۔ ترجمہ ٹیڑھی آنکھوں والا بد بخت اور سی آنکھوں کا مالک۔ (صافی تفسیر کافی ص ۴۵۵)۔ یہ شرافت سے بھرے خطابات امام حسن کے بیٹے عبد اللہ کے روبرو اس کے بیٹے محمد کے متعلق فرما گئے تھے۔ اگر امام حسن رضی اللہ عنہ کا بیٹا عبد اللہ اور اس کا بیٹا محمد امام جعفر کی امامت کو ماننے اور ان کے تابع ہوتے تو یہ عمدہ خطابات ہرگز نہ پاتے۔ بلکہ ان دونوں باپ بیٹے کے علاوہ اور بھی بہت سے آل ابوطالب ذریت مولائے جعفر و ابو جعفر ہر دو اماموں کی امامت سے منکر تھے۔ ایسی حالت میں وہ شیعیت کے دائرہ سے ضرور خارج تھے لہذا بقول امام نجاشی رافضہ محمد باقر صاحب سنا واللہ وہ سب کے سب اولاد بغایا ولد الحرام ٹھہرے۔ استخفرا اللہ ثم استخفرا اللہ۔

بولو۔ کلب عباس کیا رائے ہے۔ کیسے پاکیزہ ارشادات اور پاکیزہ امامت ہے جن کی طرف آپ کے دارا و غنہ بن لکھنؤ کے مبلغ ہندوستان کے کوئٹہ کو نہ بلکہ اقلیقہ دارالسلام و زنجبار تک پہنچ کر خلق خدا کو اسلام کی اصل تعلیم سے بھر اگر گمراہی اور بیدینی کے گڑھے میں گرا رہے ہیں۔ اور امام باقر و امام جعفر جیسے مقدسین پر افتراء کر کے ان کو بدنام کر رہے ہیں۔

۸۔ آپ کے اماموں کا مدار عمل خدا کی تعلیم و شاہدہم فی الآخر کے زین اصول پر نہ تھا جس کا ثبوت آپ کی اپنی کتابیں جا بجا دے رہی ہیں۔ حضرت علی کی نسبت آپ لوگوں کا دعویٰ ہے کہ وہ بنی سقیفہ کی مجلس شوریٰ میں شامل نہ ہوئے اور نہ اس کے فیصلہ کو تسلیم کیا۔ حتیٰ کہ چھ مہینے تک اس نے مجلس شوریٰ کے فیصلے کو تسلیم نہیں کیا۔ اور اس کے ساتھ ابوذر مقدادؓ، سلمانؓ، تین اور بھی ہم آئے دھمکاتے۔ دوسرے حضرات امام حسین رضی اللہ عنہ کی نسبت بھی اسی طرح سے آپ کے اقوال موعود ہیں۔ کہ ان کے چچا زاد بھائی عبد اللہ بن عباسؓ اور نیز عبد اللہ ابن عمرؓ اور عبد اللہ ابن زبیرؓ جلیل القدر تابعیوں وغیرہ اکثر فریض و اقربانے کو فدی کی طرف سفر کرنے سے ان کو روکا۔ کہ اول تو آپ اس ارادہ سے باز آجائیں کیونکہ ملک گیر کوئی آسان کام نہیں۔ ورنہ بال بچوں کو قرض و چھوڑ دیجئے۔ لیکن آنحضرت نے ایسے نیک مشورہ کو پریشہ کے برابر بھی وقعت نہ دی جس کا نتیجہ ان کو بھگتنا پڑا۔ اول الذکر ۴ سال

ایک خلافت سے محروم ہے۔ اور آخر الذکر کے مصائب کا محرم کے ابتدائی دس روز زندہ یادگار موجود ہیں اگر ان کا مشاودھم فی الامم پر عمل درآمد ہوتا۔ تو یہ افسوس انگیز خرابی اس امت میں نہ ممانہوتی۔
 (۹) میرا یہ غرض کہ آپ کے امام بیت المال سے بھاری بھاری رقم بلا اجازت خلیفہ وقت دوسرے لوگوں کے ذریعہ حاصل کر کے اپنی خانگی ضروریات میں صرف کرتے ہیں۔ اس کے لئے آپ ملاحظہ کریں شہید ثالث کا کتاب مجالس المؤمنین ص ۱۶۲ روایت نمودہ کہ بسیار بودہ کہ علی بن یقظین صدر ہزار دم تا سی صدر ہزار دم برسم تحفہ بخدمت آنحضرت میفرستاد و آنحضرت آن را بفقرائے شیعہ اہل و عیال خود قسمت مے نمود۔

ایضاً روایت نمودہ کہ در وقتے آنحضرت سہ سپہ یا چار سپہ خود را کہ از جملہ آنہا حضرت امام نیز بود کہ خدا مے ساختند بہ علی بن یقظین نوشتند کہ مہر آنہا را تو خود بود پس علی بن یقظین مہر آنہا بطعام عروسی مہیا ساختہ کہ مجموع آن تا سیرہ ہزار دینار بود۔

اس سارے مضموں کا خلاصہ ترجمہ یہ ہوا کہ علی بن یقظین نام اکثر امام موسی کاظم کو ایک ایک لاکھ بلکہ تین تین لاکھ روپیہ تک بطور تحفہ بھیجتے رہتے تھے۔ بلکہ ایک فوج تو خود موسیٰ صاحب نے اپنے تین چار بیٹوں کی شادی کرنے کی غرض سے تیرہ ہزار اشرفی لینے پونڈ مذکورہ علی سپہ یقظین سے حاصل کئے۔ جو آج کل کے بھاؤ سے دو لاکھ چھیالیس ہزار روپیہ ہوئے۔ تارک الدنیا امام۔ خلیفۃ اللہ امام۔

ما مورین اللہ امام جن کے مطلق آپ لوگوں کا دعویٰ ہے کہ قرآن اور امام قیامت تک ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے۔ کیا موجودہ قرآن مقدس میں واللہ لا محجب المسفلین کا حکم صریح موجود نہیں بلکہ فقیر اور درویش نادار شخص کے لئے شادی پر اس قدر فضول خرچی یہ تو ہوئی قرآن سے جدائی اور بیزاری لیکن اصل الزام ایک امر دیگر ہے۔ وہ یہ کہ اس رافضی کو مروان حاکم مدینہ گرفتار کرنا چاہتا تھا۔ خبر پاتے ہی روپوش ہوا۔ آخر کار خوبی قسمت سے خلفائے بغداد کے دربار میں بے ہمدہ و ارات مشرف ہوا۔ لیکن یہ تک حاکم خلیفہ کی لاعلمی سے گاہ بگاہ بیت المال پر ڈاکہ مار کر اپنے امام کو چوری سے زکوٰۃ روانہ کرتے تھے۔ بلکہ خود امام صاحب بھی دیدہ و دانستہ مراعات کے فیضے اس سے بھاری قوم طلب کرتے رہے۔ کون سے دین و مذہب کی رو سے ایسی خیانت مجزا نہ جائز ہوئی۔

(۱۰) شیعہ امام دین سے بے پروا بلکہ معمولی توجہ دین کی طرف دینا نہیں چاہتے۔ انا جس کو بطلان اہل عرب و اہل بیت فی الدین کہتے ہیں۔ اس کے لئے زیادہ دوا دھوپ نہیں خود امام اول نے نہایت وضاحت سے اس امر پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنا علمی نمونہ دکھا۔

ہے۔ ”قد علمت الولاۃ قبلی اعمالا خالفوا فیہا رسول اللہ شہدین لخلافہ
 ناقضین لعہدہ مخیون لسنۃ ولوحملت الناس علی ترکھا و حولھا
 الی ما کانت فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لتفرق عنی جندی
 حتی ابقی وحدی“ (فروع کافی ص ۲۹) ترجمہ فرمایا شیعوں کے علی نے کہ مجھ سے پہلے خلفائے
 ثلاثہ نے اپنے اقتدار کے زمانہ میں ایسے ایسے کرتوت کئے ہیں کہ جن میں صاف طور پر رسول اللہ کی مخالفت
 عہد کر گئے ہیں۔ اور آنحضرت کے عہد کو بھی توڑا اور ان کی سنتوں کو بدلا کر تتر بتر کیا۔ اور اگر
 میں لوگوں کو ان بدعات سے روکوں جو انہوں نے جاری کئے۔ اور ان اعمال کی طرف ترغیب دےں جو
 حضور سرور کائنات کے وقت میں جاری تھے۔ تو اس صورت میں سب شکر مجھ سے روگردان
 ہو کر مجھے اکیلا چھوڑ دیں گے۔ پھر تو (نہ جانے مانڈن ہو گا نہ پائے رفق)۔ دیکھا کہ وہی صاحب نے
 صرف دنیاوی جاہ و جلال کے لئے دین الہی کو بری حالت میں چھوڑا جیسا کہ اُس نے نصف نبی
 کو فتح کرنے والے میں خلفائے رسول اللہ سے پایا تھا۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ حضرت علی رضی
 اللہ عنہ کے حقیقی دشمن وہی لوگ ہیں جنہوں نے ایسے غلط اقوال ان کی طرف منسوب کئے ہیں۔
 راہ گیا رہواں الزام یہ تھا۔ کہ آپ کے اماموں نے تقیہ ایجاد کر کے دین الہی میں جھوٹ بولنے
 کی بنیاد رکھی۔ سو اس سے تو آپ کو بھی انکار نہ ہو گا۔ کیونکہ فرمایا ہے۔ امام جعفر کے باب محمد باقر نے
 (التقیۃ من دینی و دین آبائی و لا ایمان لمن لا تقیۃ لہ) کافی کتاب الایمان والکفر
 ص ۱۴۸۔ یعنی تقیہ میرا بھی دین ہے اور میرے باپ دادا کا بھی یہی دین تھا۔ حالانکہ جس کا
 تقیہ نہ ہو۔ اس کا ایمان بھی نہیں ہوتا۔ پس ثابت ہوا کہ جس کا تقیہ نہ ہو۔ وہ شیعہ نہیں ہے۔ جو جہاں قطعی بے
 ایمان ہے۔ اور تقیہ کی ایجاد کہاں سے ہوئی ہے۔ منافقت سے۔ منافق جو منہ سے بولتا ہے۔
 وہ اس کے دل میں نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے برخلاف بولتا رہتا ہے۔ اسی طرح سے تقیہ میں جو کچھ دل میں ہو۔
 اس کے برخلاف کہنے اور ظاہر کرنے کو کہتے ہیں۔ اس کے واسطے کسی خطے کی ضرورت نہیں۔ اھ
 نہ جان سے مارے جانے کا خوف یا بہانہ۔ بلکہ جس امر کے لئے کوئی شیعہ ضرورت محسوس کرے عمل
 میں لائے۔ کیونکہ اس کے متعلق بھی امام مذکور محمد باقر صاحب نے صاف صاف بتلادیا ہے۔ تاکہ
 امیڈہ کسی شیعہ کو کوئی خدشہ اور وسوسا لاحق نہ ہو۔ اور کسی امام یا قائم مقام امام مجتہدین عظام
 کے پیچھے تھوڑی تھوڑی باتوں کے لئے دوڑنا نہ پڑے۔ کہ فلاں معاملہ میں اگر تقیہ کر کے جھوٹ بولیں
 کوئی مواخذہ تو مجھ سے قیامت میں نہ ہو۔ لہذا حضور پروردگار نے ہذا دفعہ بتا دیا ہے۔ عین ابی جعفر

قال التقیۃ فی کل ضرورتہ و صاحبہا علم بھا حین تناولہ۔ کافی ص ۸۴۔
یعنی جس قسم کی ضرورت پیش آئے جو ہر ایک شخص اپنی ضرورت کو خود بلا تکلف جان سکتا ہے جبکہ وہ شخص
اپنا مقصد تقیہ کے ذریعہ حاصل کر سکتا ہے۔ بیشک تقیہ کر کے جھوٹ بولے قسم اٹھائے مقدمہ فتح کر کے
مراد حاصل کرے۔

۱۲۔ اعتراض نمبر بارہ یہ تھا کہ باوجود رکھنے اس علم کے کہ ذریت یعنی اولاد علی کو زمین کی
بادشاہی میں حصہ نہیں بھجھ بھی ہی سہی خام میں وہ وہ فساد اٹھائے اور خون ریزیوں میں کہ گویا ہنوز
روز اول است۔ اس کے لئے بھی امامت کے خزانہ عامرہ میں پورا پورا مصالحو موجود ہے۔ ملاحظہ ہو
کافی ذکر مصحف فاطمہ ص ۱۷۱ انظر فی کتاب فاطمہ لیس من ملک میلک الارض الاھو
مکتوب فیہ باسمہ واسم ابیہ یعنی فاطمہ کی کتاب میں ایسے ہر ایک شخص کا نام مع ولایت
کے درج ہے جس کو اس زمین میں کہیں بادشاہی ملنے والی ہو۔

نوٹ: مصحف فاطمہ کیا ہے۔ ناظرین سمجھ لیں کہ شیعیہ اماموں کی زبانی رافضیہ نے کتاب اللہ کو
غیر ضروری ٹھیکرے کے لئے یہ ظاہر کر دیا ہے کہ رسول اللہ صلوٰۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد جبرئیل
علیہ السلام نبی نبی فاطمہ کے پاس آئے اور علی اس کی زبانی لکھوا رہا جس کا نام کتاب فاطمہ رکھا گیا۔
اس میں تمام بادشاہوں کا اور ان کے باپوں کا نام بنام پتہ درج ہے جو قیامت تک سونے والے ہوں
پس فرور ہے کہ ایسی نامی گرامی آسمانی کتاب اماموں اور امام زادوں کے پاس محفوظ اور موجود ہو۔ بلکہ
حدیث زریحہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو کتاب جبرائیل کی زبانی مولا علی نے پس پردہ بیٹھ کر جمع کی
اس کا نام مصحف فاطمہ رکھا۔ وہ جعفر صادق کے پاس موجود تھا۔ جعفر بن باقر ابن علی ابن حسین
ابن علی بن ابی طالب اس حساب سے جعفر جو حضرت علی کی پانچویں پشت پر بشمول امام حسن
چھٹا امام ہے مصحف فاطمہ کو اپنے پاس بتلاتا ہوا حسب ذیل گواہ افشاں ہے۔

”عن فضیل قال دخلت علی ابی عبد اللہ فقال یا فضیل اتدعی فی ائی
شیئ کنت انظر قبل قال قلت لا قال کنت انظر فی کتاب فاطمہ لیس من ملک میلک
الارض الاھو مکتوب فیہ باسمہ واسم ابیہ و ما وجدت کولہ احسن
فیہ شیئاً۔“ کافی ص ۱۴۔ ترجمہ فضیل راوی بیان کرتا ہے کہ میں جعفر صاحب کی خدمت میں
حاضر ہوا تو فرمایا۔ فی فضیل کیا تم جانتا ہے کہ میں کس چیز کو دیکھ رہا تھا۔ میں نے عرض کیا نہیں۔ تو امام نے
کہا میں کتاب فاطمہ میں دیکھ رہا تھا۔ کوئی ایسا شخص نہیں جو اس دنیا کی زمین پر بادشاہ بنے والا ہو

گراس میں ضروران کے نام و نسب درج ہیں۔ اور میں نے کہیں جی حسن کی اولاد میں بادشاہ نہیں کیا۔ لہذا اس حدیث حبشی سے ثابت ہوا کہ وہ آسمانی کتاب مجہد فاطمہ سے شیعوں کے نزدیک مشہور ہے وہ اولاد فاطمہ کے یاں بطور وراثت موجود تھی جس کی رو سے اماموں اور امام زادوں کو یہ نجوبی معلوم تھا۔ کہ اول اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم ۲۴ سال تک خلافت کریں گے۔ اس کے بعد ۲۵-۲۶ سال تک حضرت معاویہ ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہما شام مصر عرب وغیرہ ممالک اسلامی کے مالک ہوں گے۔ اسی طرح سے خلیفائے نبی امیہ ایک صدی تک یہ بد دیگرے حکمران ہوں گے۔ بلکہ یورپ اور قریب ہر پانیہ و مرا کو پچھو سات سو برس تک اپنی مجاہدانہ سرگرمیوں سے اسلام کی شوکت کو قائم رکھ کر بجائے ناخوس کے صدائے اللہ اکبر سے نصاریٰ اور مشرکین کے دلوں کو لوزاتے رہیں گے۔ کوئی راضی جائے تو ان بے نظیر مسجداں کو اب بھی قرطبہ وغیرہ شہروں میں دیکھ لیں۔

ان کے بعد مولانا علی کے چچ زاد بھائی زبید بنی عباس بغداد کو دار الخلافہ مقرر کر کے پانچ سو برس تک مالک ممالک ہوں گے۔ بعد ازاں سلجوقی وغیرہ تاتاری النسل ترک وغیرہ حکمران ہوں گے سلطنت چلائیں گے بہر حال آل ابوطالب ذریت علیؑ کا اس میں حصہ نہیں۔ پھر بھی بقول تم رافضہ کے امیر المؤمنین چھ مہینے تک مسلمانوں کے متفقہ فیصلے سے روگردان رہے۔ اور حضرت حین نے یہ جانتے ہوئے کہ زید کی بادشاہت میری والدہ کی آسمانی کتاب میں درج ہے۔ بے فائدہ لڑائی کر کے اپنے ساتھ دوسروں کا بھی خون ناحق بہایا۔ بعد ان کے زید برادر امام باقر نے اپنے شیعہ مومنین کے بھروسہ پر خروج کر کے خلفائے نبی امیہ سے جنگ و جدال کا آغاز کیا۔ آخر کار ان مکار اور غدار شیعوں نے حضرت امام زین العابدین کے جگر گوشہ بیٹے کو اکیلا چھوڑ کر میدان جنگ سے بھاگ گئے۔

زید را از بہر جنگ انگیختند * بر سرش خاکِ ندلت ریختند
آخرش بر حرب چوں برداشتند * بہر قتالش یک تنہ بگذاشتند

بعد ازاں محمد و ابراہیم سپہان عبداللہ یعنی امام حسن کے پوتے امامت کا دعویٰ کر کے حصول سلطنت کے لئے اٹھے۔ جو عہد ہی عباسی خلیفہ بغداد کے ہاتھوں ہلاک ہوئے۔ آپ کے اماموں اور امام زادوں نے جب نبی امیہ کا غلبہ تھا تو ان پر (شجرہ ملعونہ) نام لکھ کر درپردہ لوگوں کو ان کے برخلاف اُکاتے رہے ان کے خاتمہ پر جب اپنے چچا زاد بھائیوں حضرت عبدال کی اولاد کو بادشاہت ملی۔ پھر ان کے برخلاف ہی فساد اُٹھاتے اور عام خلق خدا کو اپنی خفیہ ریشہ دوانیوں سے بغاوت پر ابھارتے رہے۔ اور ان کو بھی درپردہ محنت۔ دیوث۔ بے غیرت۔ زندیق وغیرہ ناشائستہ خطابوں سے فساد

فرماتے ہوئے اپنی بڑی کوچپانے کی خاطر ان تمام بد زبانی اور فحاشیوں کو تحقہ کے لباس میں کرتے
ہے۔ بظاہر وفادار تاجدار بن کر بڑی بڑی رقوم خلفائے وقت سے بصورت وظائف حاصل کرتے
اور درپردہ وہ وسخت اور غلیظ گالی اور جھوٹے اتہامات لگاتے رہے کہ الیاذ باللہ پناہ بخدا۔
واضح ہے کہ ائمہ سادات ہمارے نزدیک واجب الاحترام ہیں اور شیعوں نے جس قدر مذکورہ بالا
قابل اعتراض اقوال ان کی طرف منسوب کئے ہیں۔ اہل سنت کے نزدیک محض افتراء ہیں۔

آدم ربیہ مطلب: میری اس تمام تقریر و تحریر سے خلاصہ مدعا یہ ہے کہ قسطلان
کا واقعہ ان تمام دلائل عقلی و نقلی کی رو سے جو ملاقات سبزوہ کی تین قسطوں میں تقسیم کر کے درج
کئے گئے تھے قطعی غلط اور بناوٹی ہے۔ فہم و عقل انسانی بامداد الہام ربانی ظن غالب اس کے متعلق
فیصلہ دیتی ہے کہ کسی شخصیت کے ولادہ راوی نے لباس علم و تقویٰ عبداللہ ابن عباسؓ کے
زبانی بیان کر کے شہرت عامہ کا درجہ دے دیا ہے۔ اور فرض محال اگر طلبی کا غزوہ دوات کا
حکم نافذ فرمایا ہو بھی تو وہ اسی قسم کے نصائح مستفقانہ و رحیمانہ کی خاطر مٹا ہوگا۔ جس کا مفصل ذکر
مندرجہ بالا بارہ نمبروں میں ہوا۔ اور جواب تک آلائک کماکان۔ جہاں بھی اور جس ملک میں
بھی دنیا کے کسی کونہ میں شیعہ سید کا وجود موجود ہو۔ فساد اور بے دینی کا سلسلہ برابر جاری ہے۔
بالفاظ دیگر پروگنڈے کے موجد اور ربانی آبا و اجداد سے یہی شیعہ سید آل ابوطالب اصلاً بعد
نسل چلے آئے ہیں۔ اس میں ذرہ برابر بھی افتراء و دروغ نہیں۔ یہاں کسی کے ماننے یا نہ ماننے کا
سوال نہیں۔ فقط ایک امر واقعہ تھا جس کو بیان کرنے میں میں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔
والسلام علی من اتبع الهدی :

برق آسمانی بر خرمین قادریانی یہ وہ کتاب ہے جس کا انتظار کرتے کرتے شائقین

اس کا اول حصہ شائقین کے ہاتھوں میں جارہا ہے علانہ طور احمد صاحب بکوی کی پیچہ کلا راقصیف میزرائوں کا اطقہ

نہ کر دگی۔ شائقین بہت جلد طلب فرمائیں۔ قیمت لاگت کے برابر صرف آٹھ آنہ

حرمت تعزیر داری کے متعلق شیعہ علماء و مجتہدین کے خلاف قیمت فی سنیڈہ عا

پتہ کا: منیجر شمس الاسلام بھیرہ (پنجاب)

فیہت الذی کفر

میزانوں کے سوالات کے جوابات

ہیں ایک محترم دوست کی طرف سے کسی میرزائی کا ایک بطور طرکیت موصول ہوا ہے جس میں انتہائی دیدہ دلیری و جسارت سے کام لیتے ہوئے علمائے حق کو بعض سوالات کا جواب لکھنے کی دعوت دی گئی ہے۔ ان میں سے ایک سوال بھی ایسا نہیں جس کے متعدد جوابات بیسیوں دفعہ علمائے کرام ندے چکے ہوں تاہم محل و تلبیس اور افتراء کے اس مرقع کو بصورت طرکیت طبع کر کے گڑبازار ضلع گونڈہ کے کسی فحشیاب خان کی طرف سے صوبہ بہار وغیرہ میں تقسیم کیا گیا ہے یہیں تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ اصل مصنف کو اپنا نام ظاہر کرنے کی بھی ہمت نہیں ہوئی پردہ میں ہلکے تر انداز کی شق کی جا رہی ہے اگرچہ اس طرکیت میں ایک بھی ایسی بات نہیں جو قابل جواب ہو۔ یا جس کے جوابات نہ دیئے جا چکے ہوں تاہم بعض احباب کے اصرار سے اس کا مجمل جواب بذریعہ جریدہ ہزارہ نشین صاحب کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی صاحب کسی فرد تحقیق کے خواہشمند ہو تو بذریعہ خط و کتابت اپنی تسلی فرما سکتے ہیں :

(مدیر)

قال المیزانی | اما بعد فیا ایہما الراسلون فی العلم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ہم طالبانِ صداقت بصدائے نیاز بخشی ہیں کہ حسبہ اللہ انھما للحق سوالات ذیل کے تحقیقی و تشفی بخش جواب بخوالہ نصوص قرآنیہ و احادیث نبویہ یا افادات و انکشافات اولیاء کرام و صوفیائے عظام و کتب معتبرہ تحت مرحمت فرما کر عند اللہ باجوہ ہوں۔

۱۔ کیا قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ایسے الفاظ ہیں جن کے معنی عربی کتب تحت میں زندہ مع الجسم چوتھے آسمان پر اٹھا لینے کے ہوں؟

الجواب :- پردہ نشین نے کسی دینی امر کے ثابت کرنے کے لئے چار معیار تسلیم کئے ہیں۔

۱۔ نصوص قرآنیہ (۲)، احادیث نبویہ (۳)، افادات و انکشافات اولیاء کرام و صوفیائے عظام۔
۲۔ کتب معتبرہ تحت۔ اور ان چاروں کے ذریعہ تشفی بخش جواب کا مطالبہ کیا تھا۔ مگر یہ سوال میں ہی دوسرے وغیرہ معیار کو ترک کر دیا ہے اور فقط پہلے اور چوتھے معیار پر ہی جواب کا انحصار رکھا ہے اسکی منصفانہ

قارئین پرشہین کی طلب حق کی حقیقت معلوم کر سکتے ہیں ہم انشاء اللہ مخالف کے تسلیم کردہ سیاروں اور اولیوں پر ثابت کر سکتے ہیں کہ قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے زندہ مع جسم آسمان کی طرف اٹھائے جانے کا ذکر موجود ہے۔ مگر چوتھے آسمان پر جانے کا نہ تو قرآن میں ذکر ہے اور نہ ہی ہم اس کے مدعی ہیں البتہ مسند امام احمد میں حدیث معراج سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات آسمان دوم پر ہوئی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

میزرائی نہ ۲۔ توفی اور رفع کے معنی زندہ مع جسم اٹھا لینا اور الیہ والیہ کے معنی چوتھا آسمان کس لغت میں ہے۔

اجواب: میزرائی نے دوبارہ صرف لغت کا حوالہ طلب کیا ہے۔ اہل سنت کا دعویٰ صرف یہ ہے کہ قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے رفع اللہ الیہ اور متوفیات کے جو لفظ استعمال ہوئے ہیں ان سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ بحجرہ العنصری آسمان کی طرف اٹھا یا جانا ہے۔ اور اس کے بغیر ان الفاظ کا قرآن مجید میں کوئی اور معنی کرنا نفی قرآنیہ۔ احادیث نبویہ بکتب معتبرہ لغت و اکتشافات اولیاء کرام کے خلاف ہے۔ اور باجماع امت باطل ہے۔

توفی کے متعلق کتب لغت عربیہ کا اتفاق ہے کہ اس کا حقیقی معنی پورا پورا لینے کے ہیں یعنی مسیح علیہ السلام کو جسم مع الروح زمین سے اٹھا یا گیا۔ میزرائیوں کا یہ دعویٰ کہ صرف روح اٹھائی گئی ہاں ہے ملاحظہ ہو المنجد توفی توفیاً یعنی اپنا پورا پورا سختی لے لیا۔ امتوافاہ و توفاکا استکملہ۔ معنی اسے پورا پورے لیا (اسال البلاغۃ) تاج العروس اور دیگر کتب لغت میں موت قبض روح۔ اور نوم وغیرہ سب توفی کے مجازی معنی بیان کئے ہیں۔ نہ کہ حقیقی و وضعی۔ اور بلا کسی قرینہ صارفہ کے بھاری بھنی مراد لینا جائز نہیں۔ ملاحظہ ہو۔ علامہ زمخشری کی اسال البلاغۃ جلد دوم صفحہ ۳ مطبوعہ مصر۔ اور تاج العروس شرح قاموس جلد ۱ صفحہ ۳۹۔ علامہ زمخشری شخص ہے جس کے متعلق میزرا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں۔ "زبان عرب کا ایک بیشل امام جس کے مقابل پر کسی کو چون و چرا کی گنجائش نہیں یعنی علامہ زمخشری۔" (براین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۲)۔

حضرت امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں۔ التوفی اخذ الشئ وافیاً یعنی توفی کا معنی کسی چیز کو پورا پورا لینے کے ہیں۔ جیسا کہ عرب بولتے ہیں۔ توفیت منہ دہی یعنی میں نے اس سے درہم پورے پورے لئے۔ اسی طرح جمیع کتب تفسیر بخصاوی جاح البیان۔ ابن کثیر رحمہ اللہ۔ خازن اور ابی سود وغیرہ میں بیان کیا گیا ہے۔ نیز واضح ہو کہ مجازی معنی وہاں ہی لیا جاسکتا ہے۔ جہاں

حقیقت متعذر ہو۔ ورنہ جب تک حقیقت پر عمل ممکن ہوگا۔ اس وقت تک مجاز کی طرف ہرگز رجوع نہیں کیا جائیگا (دیکھو کتاب معانی بحث حقیقت و مجاز)

شرع عقائد نفسی میں ہے کہ النصوص تحمل علی طواہرها و صرف النصوص عن طواہرها الحاد۔ یعنی ظاہر سے بلا کسی دلیل قطعی کے عدل کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ بلکہ الحاد اور زندہ ہے۔ لہذا اس آیت میں توفی کے حقیقی معنی لئے جائیں گے۔ یعنی خداوند کریم نے قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع مع التوفی کا ذکر فرما کر ان کا جسد العنصری (روح جسم) آسمان کی طرف اٹھایا جانا ظاہر فرمایا۔ روح تو سب کی اٹھائی جاتی ہے۔ یہودی بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح جسم میں مفارقت ہو جانے کے قابل تھے۔ اس لئے خداوند کریم نے ان کی تردید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع کو مع التوفی فرمایا۔ حضرت امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر ص ۶۹ جلد دوم میں فرماتے ہیں۔

ان التوفی اخذ الشئ و افعیاً و لما علم الله تعالی ان الناس من یخطی ببألہ ان الذی دفعہ اللہ تعالی ہور و حہ ولا جسدہ و ذلکو ہذا الکلام سیدل علیہ السلام دفع الی السماء بنامہ و بوحہ و مجسدہ۔

یعنی توفی کے معنی کسی شے کو بھیج اجرا لینے کے ہیں چونکہ حق تعالیٰ کو معلوم تھا کہ بعض لوگوں کو یہ سوسہ پیش آئیگا کہ حق تعالیٰ نے صرف روح کو اٹھایا۔ اور بدن کو نہیں اس لئے متوفیک فرمایا۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مع روح و مع جسم مکمل طور پر آسمان پر اٹھائے گئے۔

اس جگہ یہودیوں۔ عیسائیوں اور میرزاؤں کے عقیدہ کی بھی تردید ہوگئی۔ اور امام فخر الدین رازی وہ بزرگ ہیں جن کو سائل نے اپنے سوال نمبر میں اپنا مسلم اور مستند امام ظاہر کیا ہے۔

رفع۔ دوسرا لفظ رفع ہے جس کے متعلق پردہ نشین نے استفسار کیا ہے۔ قرآن مجید میں حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہے۔ "ما قتلوا یقیناً بل دفعہ اللہ الیہ" (پارہ ۶ ص ۱) یعنی یہودی کا یہ دعویٰ کہ ہم نے مسیح کو قتل کر دیا تھا باطل ہے انہوں نے یقیناً اس کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا۔ اس آیت میں خدا نے قتل مسیح کی بجائے رفع مسیح کا اثبات فرمایا ہے۔ صریحاً کلام مع المسیح ہے جس پر برہم یہود قتل کا وقوع ہوا ہے۔ اور یہ امر واضح ہے کہ قتل کے قابل فقط زندہ انسان ہوتا ہے نہ فقط روح یا جسم۔ پس رفع جس چیز کا ہوا۔ وہ المسیح یعنی وہ زندہ انسان جس کے روح جسم میں یہود بذلیہ قتل جہائی کرنا چاہتے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع زندہ جسد العنصری ہوا اور میرزا غلام احمد قادیانی تسلیم کرتے ہیں کہ جو چیز اٹھائی گئی وہ آسمان کی طرف اٹھائی گئی (ملاحظہ ہو آیت ۱۱)

پس جب کہ اُبت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ مجسّمہ انصری اُٹھایا جانا ثابت ہے۔ تو مرزا صاحب کے اقرار کے مطابق ان کا آسمان کی طرف اُٹھایا جانا بھی فریقین کے نزدیک مسلم ہو گیا۔ کتب لغت میں سے صراح میں لکھا ہے۔ رفع بردشتن هو خلاف الوضوح (صراح صفحہ ۲۵) یعنی رفع کے معنی اوپر کو اُٹھانا ہیں بخلاف لفظ وضع کے کہ اس کے معنی نہادن کے ہیں۔ جہاں رفع کا مفعول جسم ہوگا وہاں معنی اس جسم کو نیچے سے اوپر کو حرکت دینا اور اُٹھانا ہوگا۔ جیسے قرآن مجید میں ہے رفع ابویہ علی العرش (سورہ یوسف)۔ تاج العروس شرح قاموس جلد ۳۵۹ مصری میں مذکور ہے مکتام راغب نے مفردات میں لکھا ہے کہ لفظ رفع جب ایسے اجسام میں متعمل ہو کہ وہ اجسام زمین پر موجود ہوں تو اس وقت رفع سے مراد زمین سے اُٹھالینا ہوگا۔ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کے ذکر میں فرمایا ہے شہد دفعت الی مسد ثمة المنتہی (رفع بخاری جلد ۱)

الی والیہ :- خداوند کریم نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا اپنی طرف اُٹھایا جانا ذکر فرمایا میرزا غلام احمد قادیانی کو بھی تسلیم ہے کہ رفع جس چیز کا ہوا۔ آسمان کی طرف ہوا۔ اس لئے مرزا صاحب کے نزدیک بھی الیہ والی سے مراد آسمان ہی ہے جملہ تفاسیر مقبرہ۔ کبیرہ۔ جلد ۱۱ عالم۔ سوط الہام۔ رحمانی۔ فتح البیان۔ جامع البیان۔ بیضاوی۔ روح البیان۔ روح المعانی۔ ابن کثیر۔ کشاف۔ مدارک۔ ابی السعود۔ عباسی۔ درمختور۔ خازن۔ سراج منیر میں بلا خلاف رافحک الی سے رفع الی السماء مراد لکھا ہے۔ نیز خدا کے لئے فوق اور علو ہے۔ انہی معنوں میں قرآن میں کہا گیا ہے۔ ءآنتم من فی السماء ان یخف بکم الامم۔ ءآنتم من فی السماء ان یوسل علیکم حاصبا۔ (سورہ ملک) ایسا ہی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے انتظار میں آسمان کی طرف دیکھا کرتے تھے۔ قرآن مجید میں ہے قد نری تعالٰی وھماک فی السماء پس خدا کی طرف اُٹھائے جانے سے آسمان کی طرف ہی اُٹھایا جانا مراد لیا جائیگا۔

قال امیر زانی :- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے متوفیک کے معنی متیک بتائے ہیں۔ جیسا کہ صحیح الکتاب بعد کتاب الباری صحیح البخاری میں ہے۔ قال ابن عباس متوفیک ممّتیك پس حضرت ابن عباس کے بتائے ہوئے معنی کو صحیح مانا جائے جو صحابی تھے اہل زبان تھے۔ اور حضرت ختم المرسلین ﷺ نے ان کے لئے فہم قرآن کی دُعا فرمائی تھی یا خیر القرون کے بعد والے مولویوں کی عقلی تاویل آرائیوں اور قیاسی احتمال آفرینیوں کو۔ ؟

الجواب۔ بے شک آج کل کے میرزائی مولویوں کی عقلی تاویل آرائیوں اور قیاسی احتمال آفرینیوں کو ترک کر کے حضرت رئیس المفسرین سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بتایا ہوا معنی صحیح تسلیم کرنا چاہیے۔ اور جس ذات مقدس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فہم قرآن کی دعا فرمائی تھی۔ اس کے فہم کے مقابلہ میں اپنا فہم ناقص سمجھا جائے۔

حضرت ابن عباسؓ کے حسب ذیل ارشادات پر غور کر کے راہ حق قبول کریں۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جسم کے ساتھ اٹھا لیا۔ اور وہ یقیناً زندہ ہیں۔ اور دنیا پر پھر آئیں گے۔ اور اس میں بادشاہی کریں گے۔ پھر عام آدمیوں

ان الله دفعه بحلده وانه حي و
سيدرج الى الدنيا فيكون فيها
ملكاً فيموت كما يموت الناس
(طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۲۶)

کی طرح وفات پائیں گے۔

یعنی حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ خداوند کریم نے

۲، فرجہ الى السماء (نسائی ابن مردويه)

حضرت مسیح علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا ہے

یعنی یہود مسیح کو گرفتار کرنے کے لئے اکٹھے ہو کر آئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمان پر

۳، اجتمعت اليهود على قتله فاحبوا

الله بانه يرفعه الى السماء (سراج منير)

اکٹھے جانے کی خبر دے کر اطمینان بخشنا۔

یعنی حضرت عبداللہ ابن عباس نے اس آیت کی

۴، وان من اهل الكتاب الا ليومنن

بد قبل موته قال قبل موت عيسى۔

تفسیر میں فرمایا کہ آخر زمانہ میں اہل کتاب حضرت

عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے پہلے ان پر

تفسیر ابن جریر جلد ۵ ص ۱۲۸

ایمان لائیں گے

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب وہ شخص مسیح

۵، فبحث الله جبرائيل فادخله في

خوخة في سقفهما روزنة فرجہ الى

السماء من تلك الودنة فائق الله

ثبه عيسى عليه السلام فقتلوه وصلبوه۔

کو پکڑنے کے لئے گیا تھا۔ مکان کے اندر پہنچا۔ تو

خدا نے جبرائیل کو بھیج کر مسیح کو آسمان پر اٹھا لیا۔

اور اسی بد بخت یہودی کو مسیح کی شکل پر بندویا۔

پس یہود نے اسی کو قتل کیا۔ اور اسی کو

تفسیر مسلم التشریل

صلیب پر چڑھایا

اب پر دشمن صاحب بتائیں کہ امت محمدیہ میں سے وہ کون سا گروہ ہے۔ جو حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے فہم قرآن کا منکر اور ایسے جلیل القدر صحابی اور اہل زبان کی تفسیر کے مقابلہ میں چودہویں صدی کے کسی مولوی کی احتمال آفرینیوں پر عمل کر رہا ہے۔ اپنے گریبان میں ہنہ ڈال کر ایسے باطل فرقہ کے پیروکار تعارف حاصل کریں۔

ممتنع والی تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں۔ حافظ ابن جریر طبری نے اس قول کو جلد ۳ ص ۱۸۷ پر نقل کیا ہے۔ اس میں حضرت ابن عباس سے روایت کر نیوالے راوی کا نام طلحہ ہے جس کو میران الاعتدال ج ۲ ص ۲۲۷ اور تہذیب التہذیب جلد ۳ ص ۳۹۰ میں ضعیف الحدیث لکھا ہے۔ نیز ضعیف الحدیث اور منکر الحدیث ہونے کے علاوہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کا سماع بھی ثابت نہیں۔ اس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو دیکھا بھی نہیں۔ پس یہ روایت روایات صحیحہ کے مقابلہ میں پیش نہیں ہو سکتی۔

بخاری کے اصح الکتاب ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس کتاب کی تمام احادیث مرفوعہ نہایت صحیح اور قابل اعتماد ہیں۔ اس پر اجماع ہے۔ مگر تعلیقات اور موقوفات کے متعلق یہ اجماع نہیں ہے۔ یہ روایت تعلیقات میں ہے۔ پس یہ اس اجماع سے خارج ہے۔ حافظ ابن صلاح کے مقدمہ علم الحدیث ص ۳ میں اس امر کی تصریح موجود ہے۔ اور اگر ممتنع والی روایت صحیح بھی تسلیم کیا جائے۔ تب بھی میرزا بیوں کا مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ اسی روایت سے بھٹا ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ حیاتِ نبوی علیہ السلام کے قائل ہیں۔ یعنی حضرت ابن عباس نے انی متوفیک عن الضحاک عن ابن عباس فی قولہ انی متوفیک (آئینہ رافعا) ثم یمیتک فی آخر الزمان رد در منثور

یعنی حضرت ابن عباس نے انی متوفیک والی آیت کا معنی بیان فرمایا۔ کہ اے عیسیٰ میں تجھے آسمان پر زندہ اٹھانے والا ہوں۔ اور

آخری زمانہ میں وفات دوں گا۔
والصیح ان اللہ نقاتی رغبہ من غیر وفات
ولا نوم قال الحسن وابن زید وہو
اختیار الطبری ودفوا الصیح عن ابن عباس
(تفسیر ابی السجود)

یعنی اصیبت یہ ہے کہ خدانے مسیح کو آسمان پر اٹھالیا۔ بخیر وفات کے۔ اور بغیر نیند کے جیسا کہ حسن اور ابن زید نے اختیار کیا۔ ابن جریر طبری نے بھی اور یہی صحیح ہے۔ حضرت ابن

قال المیزدانی (۱۴) آیہ کریمہ و درافعلک الی اور بل دفعہ اللہ الیہ کے ترقیب

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ رفع عیسیٰ علیہ السلام اتصال روحہ عند المفارقة عن العالم السفلی بالعالم العلوی اور حضرت امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ واعلم ان هذا الآیۃ تدل علی ان دفعہ فی قولہ و درافعلک الی هو الرفعة بالدرجة والمنقبة لا بالمکان والجهة پس کس کو صحیح مانا جائے؟

الجواب :- را، اُسی کو صحیح مانا جائے جو قرآن مجید۔ احادیث نبویہ۔ لغت عربیہ اور اجماع امت محمدیہ کے مطابق ہو۔ اس کے خلاف افراد امت محمدیہ میں سے کسی فرد کا قول معتبر نہیں ہو سکتا (۱۵) حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز حیات مسیح علیہ السلام کے قائل ہیں اور انہوں نے حیات مسیح علیہ السلام کو قرآنی دلائل سے وضاحت کے ساتھ اپنی مائتہ ناز تصنیف فتوحات مکیہ میں کئی جگہ ثابت کیا ہے۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں :-

ان عیسیٰ علیہ السلام نزل فی هذا الآیۃ فی آخر الزمان و یحكم بشریۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (فتوحات مکیہ جلد ۲)

انہ لم یمت الی الان بل دفعہ اللہ الی کھڈا السماء و اسکنہ فیہا (جلد ۳ ص ۳۴۱)

اسی طرح جلد اول ص ۱۳۵ و جلد ۲ ص ۳ وغیرہ میں بھی حیات مسیح علیہ السلام کا ذکر کیا ہے۔ ان تصریحات کے بعد بھی اگر کوئی شخص کوئی بلا سند قول کسی غیر معروف تفسیر سے حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ایسا منسوب کرے۔ جو حضرت شیخ کے عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام کے خلاف ہو۔ تو ایسا قول قابل اعتبار نہیں ہو سکتا۔

پردہ نشین کا بیان کردہ قول حضرت شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی کسی مستند تصنیف میں نہیں ملتا عیرائیں البیان کے حاشیہ پر ایک تفسیر ابن عربی کے نام سے طبع ہوئی ہے جس کے متعلق حقی طور پر نہیں کہا جاسکتا۔ کہ کس کی تصنیف ہے۔ اور میرزا بیوں کے لئے مصیبت پر مصیبت یہ ہے کہ اس قول میں بھی وفات مسیح علیہ السلام کا ذکر نہیں ہے۔ اور اس جملہ سے

آگے کی عبارت نقل کرنے کی پریشان صاحب کو ہمت نہیں ہوئی۔ لا تقربوا الصلوٰۃ ٲرھکر
وانتم سکاری کو ترک کرنے والوں کی پیروی کر کے مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہئے۔ اگر اس تفسیر
کو شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی ہی تصنیف قرار دیا جائے تب بھی میزانیوں کے لئے قطعاً
منفید نہیں۔ اصل عبارت مع تشبیہ درج ذیل ہے۔

رفع عیسیٰ علیہ السلام اتصال روحہ عند المفاذۃ من العالم السفلی با
لعالم العلوی وكونه فی السماء الرابعۃ اشارۃ الی ان مصدر فیضان
روحہ روحانیۃ فلک الشمس۔

چونکہ یہ تفسیر تصوف اور روحانیات کے نقطہ نگاہ سے ہے۔ اور صاحب تفسیر کا مقصد
صرف روح کی کیفیات بیان کرنا ہے۔ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع کی کیفیت
بیان فرماتے ہوئے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی روحانی کیفیت کا ذکر ضروری تھا۔ فرماتے ہیں۔
”حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عالم سفلی سے مفارقت اور عالم علوی کی طرف رفع کے
وقت آپ کے روح کا اتصال بھی عالم علوی کے ساتھ ہو گیا یعنی عالم علوی کے مناسب حال
ہو گیا۔ اور آپ کا آسمان جہارم پر زندہ موجود ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کی روح کر
فیضان کا مصدر آسمان کے آفتاب کی روحانیت ہے۔ عالم علوی کے ساتھ روحانی
اتصال کا مطلب اسی تفسیر عرائس البیان میں تحت اسم بل رفعہ اللہ الیہ مذکور ہے۔ کہ
لما رفعہ اللہ الیہ کسۃ الویش والبہ النور وقطع لذۃ المظلم والمشریب وطامع
الملائکۃ حول العرش فکان انسیا ملکیا سماویا ارضیا یعنی طامع وشراب کی خواہش
سے مبرا۔ ملائکہ کی تمغہ نشینی کے قابل اور آسمان پر زندہ رہنے کے لائق ارضی انسان بنادیا۔ تفسیر
کبیر میں ہے۔ لہذا رفع الی السماء صا د حالہ کحال الملائکۃ۔

۱۲، سوال دوم کے جواب میں ہم امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ نقل کرتے ہیں
حضرت امام کے نزدیک متوفیک کا ترجمہ رفع الی السماء مجیدہ العصری ہے۔ اس پر
حضرت امام ایک شبہ کا جواب دیتے ہیں کہ جب متوفیک کا لفظ انہما مطلب سے کافی تھا۔ تو
اس کے بعد خداوند کریم نے رافعل کے کال لفظ فرید کیوں بیان فرمایا۔ اس کے جواب میں حضرت
امام رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر کبیر میں کسی کا قول نقل کیا ہے کہ رافعل سے مراد یہ ہوتی ہے
کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ مع الجسم نہایت ہی عزت کے ساتھ اٹھائے گئے

اور ان کا آسمان پر لے جایا جانا درجات میں ترقی کا باعث تھا۔ اس لئے رافعہ سے مراد ترقی درجات ہو سکتا ہے ورنہ آسمان کی طرف اٹھایا جانا صرف لفظ متوفیک ہی ثابت ہو سکتا ہے۔ اسی قول کو نقل کر کے پردہ نشین صاحب ہم سے جواب طلب کرتے ہیں مگر حضرت امام فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا بیان پڑھ کر اطمینان کر لیں۔

اگر یہ شبہ کیا جائے۔ کہ جب توفی اور رفع جماعتی کا ایک ہی مصداق ہے۔ اور دونوں شے واحد ہیں۔ تو رافعہ کا ذکر کرنا تکرار ہوگا۔ جواب یہ ہے کہ توفی ایک ایک شخص ہے جس کے تحت انواع میں بعض انواع موت اور بعض اصداغ الی السماء کے ہیں۔ تا وقتیکہ اس کے ساتھ کوئی قید منضم نہ کی جائے اس وقت تک اس کی مراد معلوم نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ایک رفع متعین کرنے کے لئے رافعہ آئیہ قرآنی میں اضافہ کیا گیا۔ اور اسے تکرار نہیں کہہ سکتے۔ (اس سے توفی کی نوع اصداغ الی السماء متعین ہو گئی)

فان قيل فلي هذا الوجه كان التوفى عين الرفع اليه فيصير قوله ورافعه الى تكوارة قلنا قوله اني متوفيك يدل على حصول التوفى وهو جنس تحت انواع بعضها بالموت وبعضها بالا صداد الى السماء فلما قال بده ورافعه الى كان هذا تعيناً للنوع ولله يكن تكوارة (تفسير كبير مطبوعه مصر ج ۹)

قال الميرزا :- (ھ) وفات یافتہ کے لئے اردو محاورہ میں کہا جاتا ہے۔ کہ فلاں کو خدا نے اپنے پاس اٹھالیا پس اس اردو فقہ کا ترجمہ عربی میں کیا ہوگا؟
الجواب :- اردو محاورہ کا ترجمہ عربی کے محاورے سے کیا جائیگا۔ ورنہ کسی زبان کے محاورے کا کسی دوسری لفظ میں لغتی ترجمہ کرنا حد درجہ محکمہ انگیز اور حماقت پر مبنی ہوگا۔
اگر اردو زبان کے محاورہ میں خدا کا کسی کو اپنے پاس اٹھانے سے مراد اس کی موت ہے تو یہ ضروری نہیں کہ عربی زبان میں بھی یہی محاورہ استعمال ہوتا ہو۔ پردہ نشین صاحب اپنے پیش کردہ معیاروں کو بھول کر اب اردو کے محاوروں کو معیار صدق و کذب قرار دے رہے ہیں۔ اردو محاورہ کا ترجمہ عربی کے مطابق امانۃ اللہ یا ادرکتہ الموت۔ یا فقط مات کافی ہوگا۔

— — — — —

شذرات

مشہد گنج اور مسلم زعماء ترقی - روشنی اور تہذیب کے زمانہ میں سکھوں کا مسجد شہید گنج کو شہید کر دینا۔ ہر نصف مزاج انسان کی نظر میں سکھوں کی بربریت - وحشت و جہالت کا ایک زندہ نشان ہے۔ مسلمانین اسلام پر کفار کے معاہدے کے انہدام کا الزام لگانے والے دیرہ عبرت واکریں۔ اور بیسویں صدی میں قانون وقت کی سٹولیکر سکھوں نے جو کچھ کیا ہے۔ اس کا شامہ کریں۔ دارالسلطنت پنجاب کے لٹڈے بازار کے چوک میں خانہ خدا کو اگر مسلمانوں کے قلوب پر کبھی نہ مٹنے پر گہرا اثر قائم ہو سکے سکھوں نے جس خطرناک سیاسی غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔ اس کا ارالہ بے حد کم ہے مگر مسلم زعماء کا طرز عمل بھی ہماری سمجھ سے بالا ہے۔ مسلمان پنجاب میں عظیم الشان ہیجان پیدا کرنے کے بعد قائدین تحریک کا بیٹھی نیند سو جانا بے حد حیرت انگیز ہے۔ احرار کے شعلے تو کہا جاسکتا ہے۔ کہ وہ ابتدا سے ایک ہی پالیسی پر عمل پیرا ہیں۔ ان کے نزدیک مسجد کا سول نافرمانی یا کنسل کے ذریعے دنگدار ہونا محال ہے۔ مگر جو لوگ احرار کو مٹھوں قرار دیتے تھے اور مسجد کی دنگداری کے لئے جان و مال قربان کرنے کا اعلان بیانگ دہل فرمایا کرتے تھے۔ ان کے لبوں پر مہر سکوت کیوں لگ چکی ہے۔

کہاں ہیں سید محمد فضل شاہ صاحب جلالپوری جنہوں نے ماہ مئی ۱۹۳۵ء میں اعلان کیا تھا۔ کہ میرے پانچزار رضا کار لاہور پہنچنے والے ہیں۔ اور ۱۹۳۶ء کے ماہ اگست میں اعلان فرمایا تھا۔ کہ میرے دو لاکھ مرید ختم کی جانی و مالی قربانی کے لئے تیار ہیں۔ کیا یہ اعلان صرف قوم کے نوجوانوں کو گمراہ کرنے کے لئے ہی کیا گیا تھا۔ کیا اس اعلان سے اپنے مریدوں کی تعداد اور اثر و اقتدار کا اظہار ہی مقصود تھا؟ کہاں ہیں پنجاب کے وہ پیر جنہوں نے مسجد شہید گنج کے نام اپنے مریدوں کی جتھہ بندی کر لی ہے کہاں ہیں یادش بخیر ڈاکٹر عالم و دیگر تہذیبیان اسلمی جنہوں نے مسجد شہید گنج کے نام سے دوٹو حاصل کر کے مسلمانوں کی سادہ لوحی سے خاندہ حاصل کیا۔ اور آج اسمبلی کے ایوان میں بیٹھ کر مسجد شہید گنج کا ذکر تک زبان پر لانا گناہ اور جرم سمجھتے ہیں مسلمانوں کے جذبات سے ناجائز فائدہ حاصل کر کے ایسا اُلٹا سیدھا کرنے والے سینکڑوں رہنما ہوئے۔ مگر مطلب کے حاصل ہونے اور کنسلوں میں پیچ جانے کے بعد ان کی طوطی چٹھی قابل عبرت ہے۔ ہر شخص اور جماعت نے

ایسا ذاتی اثر و اقتدار قائم کرنے کے لئے احرار کو وطن و شہر کاٹ نہ بنایا۔ مگر آخر میں وہی کچھ کیا جس کے کرنا مشورہ احرار ان کو نے سے تھے۔ بلکہ پنجاب عنایت اللہ مشرقی نے بھی مسجد شہید گنج کی داگرداری کے لئے خاکساری تحریک میں مسلمانوں کو شمولیت کی دعوت دی۔ اور تحریک خاکساران کی ترقی نے فروغ کاہلی سبب ہی ہے۔ کہ سادہ لوح مسلمانوں نے سلجھ فوج کو مسجد شہید گنج آزار دہرانے والا سمجھا۔ مشرقی نے اپنے اسٹین الاصلہ اخبار مورخہ ۳۱ ستمبر ۱۹۳۵ء کے صفحہ کالم نمبر ۲ پر اعلان کیا تھا کہ

میرا اعلان ہے کہ دہلی کے پچاس ہزار خاکساروں کے اجتماع کے بعد جبریل کے مشرعوں سے خاکسار تحریک اس مسئلہ کو اٹھ میں لے لی۔ اور قانونی طور پر یا زبردست طرح بھی ٹھوسا مسجد کو واپس لینے کے وسائل اختیار کر گئی۔

مگر اس اعلان کو دو سال ہو چکے ہیں مشرقی اور اس کے چیلے خاموش ہیں۔ مسجد شہید گنج کا نام تک ان کی زبانوں سے نہیں نکلتا۔ حال ہی میں مشرقی نے حکومت سرحد کو اس کے احکام کے خلاف سول نا فرمانی کرنے کی دھمکی دی تھی۔ اس پر ایک خاکسار نے اس کو لکھا کہ :-

”آپ نے جو حکومت سرحد کے خلاف خاکساروں پر پابندیاں نہ ہانپنے کی بنا پر سول نا فرمانی کا اعلان کیا ہے اس سے بہتر ہوگا۔ کہ آپ مسجد شہید گنج کے لئے اس قسم کا اقدام کریں۔“ اصلاح خیرہ ۶ اگست ۱۹۳۵ء ص ۱ کالم ۱۔

مشرقی صرف اپنی طحانہ تحریک کو فروغ دیکر قایدِ غم بنا چاہتا ہے۔ اسے مساجد اور اسلامی آثار کے ساتھ محبت نہیں پہنچتی۔ اس کی زندگی کا مقصد صرف یہ ہے کہ محمد بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جوئے اسلام کو مٹ کر کے مٹا دیا جائے۔ اور حیرت و الحاد کو عین اسلام ظاہر کر کے مسلمانوں کو گمراہ دینے کیلئے کیا جائے۔ اس مقصد کے حصول کیلئے ہر قسم کا خدع و مکر و فریب اس کے مذہب میں جائز ہے۔

میڈی کو بھی زکام نہ تھا۔ خلیفہ قادیان صاحب نے بھی اعلان کیا تھا کہ مسلمانوں کو مجھ پر اعتماد نہ کرو۔ میں شہید گنج نہیں دے گا۔ غرض ہر باطل پرست شہید گنج کی اسٹیک اپنی قیادت کو تسلیم کرنا چاہتا تھا۔ نفعہ بازوں یعنی شیعوں نے بھی اس حق پر بڑا کٹنا مناسب سمجھا۔ شیعوں کی طرف سے سید محمد نور شاہ ہزاروی نے اعلان کیا کہ ”احاروں سے ہمیں شیعہ ہزار درجہ اچھے ہیں کیونکہ انہوں نے چار لاکھ شیعہ مسجد شہید گنج کیلئے

ہر ممکن قربانی کی ہے۔ (پیغام سرحد صفحہ ۴ کالم ۲) ۱۱ جنوری ۱۹۳۷ء

صوبہ پنجاب میں شیعوں کی آبادی مو اتین لاکھ سے زیادہ نہیں۔ ان میں سے چار لاکھ شیعوں کا مسجد شہید گنج کے لئے ہر ممکن قربانی کے لئے تیار ہو جاتا ہے حدیثت انگیز تھا۔ اس اعلان کو بھی

آٹھ ماہ سوچے یہیں کسی نئیونجمن یا شیعہ جماعت کی طرف سے کسی قسم کے اقدام کی خبر موصول نہیں ہوئی لکھنؤ میں چونکہ احوال نے خربک مدج صحابہ کو اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ اس لئے احرار کو دشمن مساجد اور شیعوں کو حامی اسلام ثابت کرنے کے لئے مندرجہ بالا اعلان شائع کرایا گیا۔

افرض مسلمانوں کی بے عملی اور خود ساختہ لیڈروں کی خود غرضی اور مسلم نوجوانوں کی بے راہ روی کی داستان بہت طویل ہے۔ قوم کو جس طرح گمراہ کیا گیا اس کا مفصل تذکرہ بے سود ہے سب کو سے اور کھوں سے گلہ و شکایت بے سود ہے۔

من از بیگانگان ہرگز نہ نالم : کہ با من چہ کرد آں آشنا کرد
حبریدہ الفرقان بابت ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۶ھ کے مولانا محمد منظور صاحب
فتنہ تکفیر ارشاد فرماتے ہیں کہ :-

"جب حضرت شاہ ضیاء الدین صاحب سیالوی مرحوم دیوبند تشریف لائے تھے۔ تو ایک خاص مجلس میں جس میں یہ ناچیز (یعنی مولوی محمد منظور صاحب) بھی شرکت کیا تھا۔ موصوف نے حضرت شاہ صاحب (مولانا انور شاہ صاحب) قدس سرہ سے علم غیب کے متعلق استفسار فرمایا۔ تو حضرت نے ارشاد فرمایا تھا کہ فقہانے قائلین علم غیب کی تکفیر کی ہے لیکن ہمارے زمانہ میں جو لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب ماننے ہیں چونکہ ان کے کلمات میں تاویل ہو سکتی ہے اس لئے ہم ان کو کافر نہیں کہتے۔"

اگے چل کر ص ۲۲ پر یہ لکھنے کے بعد کہ ہم بریلویوں کو بھی کافر نہیں کہتے ارشاد فرماتے ہیں کہ :-
"ہم نے نزدیک کفر صرف اس صورت میں عاید ہوگا جبکہ اللہ کے سوا کسی کے لئے اللہ کے برابر علم کلمی محیط تفصیلی مانا جائے لیکن اگر کوئی شخص صرف آغاز دنیا سے قیامت تک کا محدود علم محیط مانے تو وہ گمراہی کا گمراہ ہے لیکن کافر نہیں۔ اور جہاں تک مجھے معلوم ہے حضرت مولانا

سید حسین علی شاہ صاحب دامت فیوضہم و برکاتہم کا بھی یہی مسلک ہے۔
مولانا محمد منظور صاحب کو بتانا چاہتے ہیں کہ جس طرح مولوی حسین علی صاحب کے سید حسین علی شاہ بنا میں آپ کو غلط بتایا۔ اسی طرح ان کے عقائد سمجھنے میں بھی آپ کو غلط فہمی ہوئی۔ آپ کے سید حسین علی صاحب اصل سیدھے سادھے مولوی حسین علی ہیں۔ غالباً وہ سیادت کے جو بھی مدعی ہیں۔ مگر تیراں نے پرند۔
مردیاں سے پرانند۔ والی ضرب آتش ان پر صادق آتی ہے۔ مولوی حسین علی صاحب قائلین علم غیب کو بلا کسی سنشٹی کے مطلق کافر۔ دائرہ اسلام سے خارج اور ان کے ذبیحہ حرام قرار دیتے ہیں بلکہ

ان کی ازواج کے ساتھ بلا طلاق حلال کئے نکاح کرنا جائز قرار دیتے ہیں۔ فتنہ کفر کے اس قاید اعظم کا وکیل بن مولانا محمد منظور صاحب نے جماعت علمائے دیوبند کے مسلک کے خلاف عمل کیا۔ یہی وہ مشکوہ ہے جو ہر صادق التحقیق مسلمان کو آپ سے ہو سکتا ہے۔ مولانا محمد منظور صاحب اگر اپنی مندرجہ بالا تحسیر کی تصدیق مولوی حسین علی صاحب سے کرا دیں تو وسط پنجاب میں ایک بہت بڑے فتنہ کا سد باب ہو سکتا ہے۔ اور سلاوا لی کے مناظرہ میں اختر نے فریقین میں صلح کرنے کی سعی کی تھی۔ اس کے متعلق مولانا محمد منظور صاحب لکھتے ہیں کہ "کاش مولانا اپنی سعی مصالحت کی تفصیل اور اس کی ناکامی کے اسباب بھی لکھ دیتے۔"

"ناکہ ہم کو بھی کچھ عرض کرنے کا موقع ہوتا۔" (الفرقان ص ۷۸)

اس کے جواب میں التماس ہے کہ حضرت شاہ صاحب سے سرہ کے ارشاد پر اگر مولوی حسین علی صاحب بھی عمل پیرا ہوں تو مصالحت کا چٹا یقینی ہے۔ کم از کم آپ اپنی تحریر کی تائید یا تصدیق مولوی حسین علی صاحب سے کر سکیں تو آپ ایک بہت بڑی اسلامی خدمت انجام دینگے۔ ورنہ سب مصالحت میں میری ناکامی کا راز راز نہ رہیگا۔ بلکہ اس کی حقیقت عالم آشکارا ہو جائیگی۔ مولانا محمد منظور صاحب کو یاد رہے کہ مولوی حسین علی صاحب کے فتویٰ میں قائلین علم غیب کو کافر نہ کہنے والا بھی کالا کافر ہے۔ اس فتویٰ کی زد سے آپ بھی محفوظ نہیں رہ سکتے۔

حقیقی سواراج | اٹل و مسلونی کے گیت گانے والے۔ گاندھی و نہرو کی قیادت پر فخر کرنے والے گمراہ مسلم نوجوان اسلامی تاریخ کا مطالعہ کریں۔ اور سلطان الپ ارسلان تیمور اعظم۔ بایزید بیلدرم۔ سلیمان اعظم۔ اور طارق و خالد کے کارناموں کا مقابلہ نیپولین یسین بڑا کی و ہنڈن برگ کے کارناموں سے کریں۔ اور عظیم حقیقت اپنے اسلاف کی محیر العقول کارگزاریوں پر غور کر کے صحیح راہ عمل اختیار کریں بقول علامہ اقبالؒ

اے کہ عشق و دیگرانِ دل باختمہ جلوہ دے خویش را شناختہ

دردِ دلِ ستم مقامِ مصطفیٰ است آبروئے ما ز نامِ مصطفیٰ است

آج سے کئی سال پہلے سٹر گاندھی نے اپنے اخبار نوجویں میں وائسرائے ہند کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ "اؤ خلیفہ اعظم عمر کی پیروی جس نے اپنی سعی و تدبیر سے عظیم الشان سلطنت قائم کی۔ گمراہی زندگی فقیرانہ بسر کی" آج جبکہ ہندوستان کے چھ صوبوں میں کانگریس وزارت قائم ہو چکی ہے۔ کانگریسی وزیروں کو ہدایات دیتے وقت سٹر گاندھی نے ان کے سامنے کوئی اسوہ حسنہ پیش کرنا چاہا۔ ایسا اسوہ حسنہ نہ تو گیتا میں ملا۔ اور نہ ہی اپنشدھ میں۔ اتوا م عالم کی تاریخ میں سے اگر

کوئی ایسے مشاہیر مل سکے جن کی پیڑی قوم کے سفینہ حیات کو سالِ مراد پر نیچا دے۔ تودہ غلامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی نکلے چنانچہ گاندھی جی نے کانگریس و زرا کو اپنے اخبار ہری جن میں ارشاد فرمایا۔ کہ:-

”ہندوستان ایک غریب ملک ہے۔ اس کے کروڑوں باشندوں کو دو وقت پیٹ بھر کر روٹی بھی نصیب نہیں ہوتی پس دوزیوں کو چاہیے کہ سادی زندگی بسر کریں۔ بیش قرار شاہراہ وصول کر کے سلطنت کا خزانہ خالی نہ کریں۔ ہو سکے تو سادہ کھانا کھائیں۔ سادہ لباس پہنیں۔ تیسرے درجے میں سفر کریں۔ آبِ شیش و تنعم کو چھوڑ دیں۔ گوزروں اور انڈین سول سروس کے افسروں کی تقلید نہ کریں۔ بلکہ خلفائے راشدین میں سے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کی نیک مثال کی پیروی کریں جن کے پاؤں پر دنیا بھر کی دولت تصدق ہونے کو تیار تھی لیکن انہوں نے فقاہت پر ہیز گاری اور سادگی کی زندگی بسر کرنے کو ترجیح دی۔ ان کی پرہیز گارانہ زندگی کی مثال تاریخ کے اوراق میں چسوں نے گرد دھونڈے سے بھی نہیں مل سکتی۔ وہ موٹے کپڑے پہنتے۔ اور سادہ خوراک کھاتے تھے۔ سادگی اپنے اندر ایک خاص امتیازی شان رکھتی ہے جس کو صرف ہی لوگ محسوس کر سکتے ہیں جو اس کے عادی ہوں۔“

ان الفاظ پر نہ صرف مغرب زدہ۔ تفرغ مآب اور مغرب کے ذہنی غلام ہی غور کریں بلکہ شیعہ برادرانِ وطن بھی ٹھنڈے دل سے غور کر کے خلفائے راشدین کی بدگوئی سے کنارہ کشی اختیار کریں۔

ماہِ رب میں زکوٰۃ ادا کرتے وقت

دارالعلوم عزیز یہ بھیہ کے طلباء کو فراموش نفرمائیں الحاد و دہریت اس دور میں زکوٰۃ و صدقات کا بہترین مصرف طالبانِ علوم دین سوز بھکر اور کیا ہو سکتا ہے۔ دارالعلوم کی کوئی مستقل آمدن نہیں کوئی وقف نہیں محض توکل پر دار و مدار ہے۔ مخیر اصحاب اس ماہ میں زکوٰۃ ادا کیا کرتے ہیں۔ براہِ کرم امدادی رقوم مبم روانہ فرما کر اس خالص غنی منتعم دارالعلوم عزیز یہ جامع مسجد بھیہ (پنجاب) ادارہ کو مستحکم بنائیں

دوسرے مہینے کی امت پر تبصرہ

(ابلس در اشاعت گذشتہ)

مرزائی۔ ۵ مارچ ۱۳۹۹ء کے اخبار میں مرزا صاحب نے اعلان کیا تھا کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔ اس سے مراد مجازی نبوت ہے نہ الٰہی۔ کیونکہ خط مندرجہ الحکم، ۱۱ اگست ۱۹۹۹ء میں آپ نے لکھا ہے کہ اسلام میں نبی اور رسول وہ ہے کہ وہ کمال شریعت لائے۔ یا شریعت سابقہ کا ماسخ ہو۔ یا نبی سابق کی امت ہو۔ یا براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہوشیار رہو۔ جبکہ یعنی سمجھ لیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اعلان مذکور ایک ڈائری سے نقل کئے گئے ہیں جو مرزا صاحب کی اپنی ڈائری نہیں ہے۔

مسلمان۔ پہلے تو یہ ہی غلط ہے۔ کہ انبیائے سابقین میں سے کوئی ایک بھی دوسرے کی امت نہیں تھا۔ باروان علیہ السلام بواسطہ موسیٰ علیہ السلام پیغمبر ہوئے۔ اور امت موسویہ میں داخل تھے۔ خود توریت کے متعلق وارد ہے کہ یحییٰ بن مریم علیہ السلام تو کیا احکام تورانی پر چلنے والے حضرت موسیٰ کے پیروں میں امتی اور انبیائے نبی اسرار کھلانے کے حقدار نہیں ہیں۔ ذرا آنکھ کھول کر دیکھئے خود مسیح صریح علیہ السلام کے جوہر اسی اور آپ سے استفادہ پا کر نبی نہیں بنے تھے؟ تو پھر مرزا صاحب کا یہ نظریہ کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے کہ اسلام صرف ان کو نبی ماننا چاہیے کہ جو بغیر استفادہ کسی نبی سابق کے براہ راست خدا سے تعلق رکھتا ہو۔

دوم یہ کہ مرزائی نبوت نے اسلام کے مسلمہ مسائل، اعتقادات، جہاد کے سیاسیات اور جزوی احکام عبادات تبدیل کر کے بروزی حج کا قیام پڑے دنوں میں مقرر کر رکھا ہے تو باوجود اس قدر تبصیر و تفسیر کے دعویٰ ہے کہ ہماری نبوت احکام شرع کی تبدیلی سے خالی ہے۔ اس پر منطقی است کہ مرزائی نے سراسر اربعین میں حب شریعی نبوت کی بحث چھیڑی ہے۔ تو بڑے ناز سے لکھا ہے کہ کیا ہماری شریعت میں احکام تشریفاتی سوجھتا ہیں؟ اس کے علاوہ جب محمد ثانی ہونے کا دعویٰ کیا ہوگا۔ تو اسی سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ نبی کو احکام تبدیل کرنے کا پورا اختیار تھا۔ مگر یہاں پر یوں اپنا پہلو بچا لیا ہے۔ کہ نبوت قادیانیہ کوئی نئی نبوت نہیں ہے۔ بلکہ نبوت مانی کا دوسرا دور ہے جو کسی طرح قابل اعتراض نہیں ہو سکتا لیکن اسلام میں یہ ہرگز تسلیم نہیں کیا گیا۔ کہ ایک شخص ایک فوج دنیا سے رخصت ہو کر بار بار جہم لیتا ہے۔ ورنہ یہ ماننا پڑے گا کہ اگر نبوت کی صرح بار بار جہم لیتی ہے۔ تو فرعیت اور شریعت اور دیگر نبی نوع انسان کی رحیم بھی بار بار جہم لے سکتی ہیں تو گویا اس دنیا میں چند محدودہ رحیم بار بار نمودار ہو رہی ہیں۔ ورنہ یہ نہیں کہ قیامت کے

دن کفار و کفر کی اجازت مانگیں گے۔ تو ان کو کہا جائے کہ یہ ممکن ہے۔ یا یوں کہو کہ مرزا کی نبوت کی بنیاد حجت اور نسخ پر قائم ہے۔ تاکہ صاف معلوم ہو جائے کہ مرزا صاحب نے ایرانی مسیحیوں اور آریہ شیعوں سے یہ مسئلہ تعلیم پاکر اسلام میں داخل کرنا چاہا تھا۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں نے اس کو الحاد اور زندہ قرار دیکر اپنے استحقار سے ٹھکرا دیا ہے۔ سو ہم یہ ڈائری کا عند بالکل غلط ہے۔ کیونکہ لاہوری عرصہ دراز تک اس کو تسلیم کرتے رہے ہیں مگر جب مرزا محمود سے مخالفت ہوئی۔ تو اب یاد آ گیا۔ کہ یہ ڈائری مرزا صاحب کی اپنی لکھی ہوئی نہ تھی۔ بین یہ کہ کس نے لکھی؟ مرزا صاحب نے یا تم نے اس کے خلاف عرصہ دراز تک صلحاً احتجاج بلند نہ کی؟ یا لکھنے والے کو بلا کر افترا پردازی اور جلسا سازی کے جرم میں کیوں سزا نہ دی۔ اور یہیں اپنی جانت سے خارج نہ کر دیا۔ اور کیوں اسے شیطان و جال یا کج نیت کا خطاب کیوں نہ دیا۔ یا اس کو علمائے سو میں کیوں داخل نہ کیا؟ اور قرۃ و خنیز کی جماعت میں کیوں نہ شمار کیا۔ یا کم از کم اسے مترکیوں نہ بتایا۔ کیونکہ نبی پر افترا باندھنا سوائے ارتداد کے کوئی سزا نہیں رکھتا۔ ان کا جواب ندارد۔

سو ہم یہ کہ اسی تحریر سے ثابت ہو گیا۔ کہ یہ ڈائری لکھنے والا لاہوریوں کے نزدیک کچھ عرصہ کے بعد علیٰ سؤ بشوار الحماء۔ دجال مثل لناس۔ قرن او خضر یا زریست ملاں۔ اسلام کا دشمن۔ وغیرہ قرار پا چکا تھا۔ مگر وہ ہے کون؟ اس کا پتہ نہیں۔ کیا ڈائری ایسے دشمن اسلام کے سپرد تھی جو مرزا صاحب کے خلاف ہوا یا ان اڑیا کرتا تھا۔ کیا کوئی بابی یا بہائی مذہب کا تھا۔ جو مرزائی بن کر مقرب درگاہ قادیانی بن چکا تھا۔ براہ مہربانی اس کا سرخ ضرور نکالنا چاہئے۔ تاکہ ایک دفعہ ہم بھی اس کو دل کھول کر علمائے سؤ اور بندروں اور عورتوں میں سمجھ کر دل کی بھڑاس نکال لیں۔ کیا لاہوری ہم پر اچسان کریں گے؟ یا زمین جنیدہ جنگل محمد

صاف کیوں نہیں کہہ دیتے کہ مرزا کا ادعا ہے نبوت صاف ظاہر ہے۔ ہم میں کہ خواہ مخواہ مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی خاطر صرف مجددیت کا پردہ پیش کیا کرتے ہیں۔ اور جب اسی سے یہ منہ الیا جاتا ہے کہ کچھ مرزا صاحب نے کہا ہے وہ سچ ہے تو خود بخود باقی مراحل طے ہوتے چلے جاتے ہیں۔ آخر یہاں تک کہہ گذرتا ہے کہ اسلام کی تکمیل و حقیقت مرزا صاحب سے ہوتی ہے۔ اگر اسی وقت کوئی مسلمان پاس موجود ہو۔ تو یوں بھی کہہ دے۔ کہ نشر و اشاعت کا سلسلہ جو کہ مرزا محمود اور مولوی محمد علی کے عہد میں کمال تک پہنچ چکا ہے۔ اس لئے مرزا کی نبوت بھی ناکمل تھی! اور اب تکمیل کا زمانہ ہے۔ ممکن ہے کہ شاید ان کے جانشین اور بھی نشر و اشاعت میں کامیاب ہوں تو تکمیل اسلام کا سہرا ان کے سر جا پڑے۔ بریں عقل و ہمت بباؤ گریست

مرزائی۔ اربعین ہونے سے ثابت کیا جاتا ہے کہ مرزا صاحب نے تشریفی نبوت کا اعتراف کیا ہے۔ مگر یہ غلط ہے۔ کیونکہ اسی جگہ یوں لکھا ہے کہ ہمارا ایمان ہے کہ اس حضرت جسے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء میں اودقرآن ربانی کتابوں کا خاتم ہے۔ تاہم خدا نے اپنے پرچہ سرام نہیں کیا۔ کہ تجدید کے طور پر کسی اور امور کے ذریعہ یہ احکام صادر کرے۔ کہ جھوٹ بولو جھوٹی شہادت نہ دو۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ بیان شریعت ہے نہ تنسیخ شریعت (دیکھو اربعین ص ۷۷)۔

مسلمان۔ ذرہ شرم نہیں۔ جہاد منسوخ کیا۔ حیات مسیح کا مسئلہ غلط بتایا۔ ایک مسیح کی جگہ دو مسیح بنا گئے۔ ہماری اندیج ایک قرار دیا۔ سفر میں روزہ حرام کر دیا۔ حالانکہ صاف وارد ہے۔ و ان تصوموا خیلو لکم سلامت اسلامیہ سے انکار کر دیا۔ نئے نظریے قائم کئے۔ قرآن کے علاوہ وحی جدید کا سلسلہ نبشری نام رکھ چلتا کیا۔ نبوت محمدیہ کا بار بار ظہور پیش کیا۔ بہشتی مقرر میں جنت کا ٹکٹ بانٹنا شروع کر دیا۔ اپنے منکروں کو کافر اور جہنمی کہا۔ اور اعلان کر دیا کہ میرا خدا فرماتا ہے۔ کہ قل ایہا الکافرین انی من الصادقین۔ اے میرے منکرین مسلمانو! میں سچا ہوں۔ غرض کہ سب چالیں وہی چلیں جو انبیاء علیہم السلام چل چکے تھے۔ بلکہ قرآن شریف میں صاف ہے کہ بعض انبیاء کا ذکر وہاں نہیں ہے لیکن مرزائی نبوت کی وحی میں صاف مذکور ہے کہ کوشن خدا کا سچا بنی تھا۔ نر نشست بھی انبیاء میں داخل ہے۔ جسے سنگھ بہا در بھی رسول ہے۔ دینہ و دینہ۔ باوجود اس قدر تنسیخ شریعت اور ترمیم و تیزادی وحی کے پھر دعویٰ ہے۔ کہ ہم تو بیان شریعت کر رہے ہیں۔ ترمیم اور تیزادی احکام و اعتقاد کا خیال نہیں ہے۔ خوب اور بہت ہی خوب۔ بکف من حدیث لا یشعرون۔ اے میاں یہ دہکے کسی اور کو دیکھو۔ اور جیلہ تراشی کا منتر کسی اور پر پڑھئے۔ باخبر مسلمان تمہارے حکیم میں نہیں آسکتا۔ ص ۷

من خوب ہے شمس پیران یار سارا

ان حالات کو پیش نظر رکھ کر اگر لفظ بیان شریعت کے تحت میں کچھ سچائی مضمر ہے تو اس کا یہ معنی ہو گا کہ شریعت قادیانی کا بیان ہے۔ ورنہ شریعت اسلامیہ میں ان امور پیش کردہ کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ اور یہ ہماری تاویل لاہوری مرزاٹیوں کی تاویل سے زیادہ قابل قبول ہے۔ جو انہوں نے اس فقرہ کے متعلق کی ہے۔ ”ہم نبی ہیں اور رسول“۔ کیونکہ رسالت کا دعویٰ آخری دم مرگ کے قریب ہے۔ اور باقی تاویلات مسئلہ سے پہلے کی ہیں جو منسوخ ہو کر ردی کی ٹوکری میں پھینکنے کے قابل ہو چکی تھیں۔ کیونکہ وحی مناسخ وہی منسوخ کیا کرتی ہے۔ نہ کہ وحی مناسخ

مراد وحی اول کا مفہوم ہوتا ہے۔ امید ہے کہ میرزاؒ فی اس پر غور کریں گے اور ہمارا شکریہ ادا کرینگے۔

مرزاؒ

مرزا صاحب نے اپنے منکر کو کافر نہیں کہا۔ کیونکہ وہ خود مدعی نبوت نہ تھے۔ چنانچہ حجۃ اللہ الفریضہ ۱۹۰۸ء میں لکھا ہے کہ جس طرح جو شخص اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب کو ماننے کا دعویٰ

کرے ان کے احکام چھوڑ دے۔ وہ سمان کہلانے کا حق نہیں ہے۔ اسی طرح جو شخص مسیح کو نہیں مانتا یا ماننے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ وہ اس بات کا حق دار نہیں ہے کہ اس کو سچا مسلمان اور خدا و رسول کا سچا نائب قرار کہہ سکیں۔

تاریخ القلوب ضہ ۱۳ میں لکھا ہے کہ ابتداء سے میرا ہی مذہب ہے۔ کہ میرے دعوے کے انکار سے کوئی شخص کا فر یا دجال نہیں ہو سکتا۔ اور خدا نے مجھ پر ظاہر کیا ہے۔ کہ جس شخص کو میری دعوت سچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا۔ وہ سمان نہیں ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ مسلمان کامل نہیں ہے بلکہ سبھی مسلمان ہے۔ اب جو لوگ یہ الزام دیتے ہیں کہ ہم اہل اسلام کو اسلام سے خارج سمجھتے ہیں صاف جھوٹ ہو گا۔

مسلمان

شرح میں گو مرزا صاحب نے اپنے منکر کو کافر نہیں کہا۔ مگر جب یہ اعلان کیا کہ من فرق بنی و بنی المصطفیٰ قمار غشی و مادی۔ جو شخص مجھ میں اور آج حضرت علیہ السلام میں فرق کرتا ہے۔ اور ہم کو ایک وجود نہیں جانتا۔ جیسا کہ ایک غلطی کے اثر میں ہم نے کھول کر بیان کیا ہے۔ تو حقیقت یہ ہے کہ وہ مجھے جانتا ہی نہیں کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ اب بتائیے۔ کہ جو شخص وحدت وجود محمدی کا مدعی ہو۔ کیا وہ اپنے منکر کو منکر رسالت محمدیہ نہ سمجھے گا۔ ورنہ اگر نتائج کافرق مانا جائے تو اس اتحاد وجودی کا کچھ سہی نہیں نکلا۔ اسی بنا پر حقیقت الوحی میں جو آخری تصنیف ہے۔ اس میں صاف لکھ دیا ہے کہ کفر دو قسم ہے۔ ایک یہ کہ خدا و رسول کو نہ مانا جائے۔ دوم یہ کہ مسیح کو نہ مانا جائے۔ اور حقیقت میں یہ کفر بھی پہلی قسم ہی میں داخل ہے۔ اب بتائیے۔ کہ آخری بیان نے پہلے بیانات کو کیسے قائم رکھے دیا ہے۔ سلسلہ قاعدہ ہے کہ عدالت میں ملزم کا آخری اقبال پہلے اقبال کو منسوخ کر دیا کرتا ہے۔ تو اسی اصول سے گو مرزا صاحب نے جبکہ ابھی وحدت وجود کے مدعی نہ ہوئے تھے۔ اہل اسلام کو یکے مسلمان نہ سمجھتے تھے۔ مگر جب وحدت وجود کا اعلان کیا تو آپ کو یہ ضرور کہنا پڑا کہ میرا منکر رسالت محمدیہ کا منکر ہے اور حقیقی کفر کا مرتکب ہے یہ بیانات مختلفہ کو یکجا فراہم کر کے تاریخ و ادب میں نظر رکھ کر اس نتیجہ پر آسانی سے پہنچا جاسکتا ہے۔ کہ جس قدر مرزا صاحب کے دعویٰ ترقی کرتے گئے۔ اسی قدر مسکین کی کفیر بھی ترقی پذیر ہوتی گئی یہاں تک کہ مسکین کو یہود و نصاریٰ سے ملایا گیا۔ اور مکذبین کو اس نظر سے

دیکھا گیا جس طرح کہ اسلام غیر مسلم اقوام کو دیکھا کرتا ہے۔ اور یہ بالکل ظاہر ہے اس پر پردہ ڈالنے کی کیا ضرورت ہے۔

کچے مسلمان کی بحث بھی فضول ہے۔ کیونکہ خود مرزائیں میں کئی ایک غدار۔ خائن۔ شہرتی۔ تارک۔ صوم و صلوة موجود ہیں۔ جو کچے مسلمان نہیں ہیں۔ تو پھر دوسروں پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ کیا مرزائیت پر ہی ایمان کی تکمیل رہ گئی ہے؟ اس کے بعد قابل غور یہ امر ہے کہ یہ کیوں بار بار جتلا یا جاتا ہے کہ مسلمانوں کو مرزا صاحب نے کافر نہیں کہا۔ اور یوں کیوں نہیں کہا جاتا کہ مسلمانوں نے بھی مرزا صاحب کو ہندو یا آریہ نہیں کہا؟ اس کا جواب صرف یہ ہے کہ مرزائی قوم کو اس وقت یہ فکر دامنگیر ہے کہ کہیں یہ راز طشت اند باہر نہ ہونے پائے کہ مسلمان مرزائیوں کو آئین محمدیہ نہیں سمجھتے۔ اور نہ ہی مرزائی مسلمانوں کو اسلام سے خارج سمجھتے ہیں بلکہ ان میں ایک فردی اختلاف ہے جس کی وجہ سے دونوں فرق اسلام سے خارج نہ سمجھے جائیں۔ اور حکومت برطانیہ کہیں یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ مرزائی مسلمانوں میں شامل نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے آپ کو احمدی کہلاتے ہیں۔ اور ان کا پیغمبر الگ ہے۔ اور ان کا قرآن ابشری الگ ہے۔ اور اسی بنا پر سیاسی حقوق سے محروم نہ رکھا جائے۔ مگر حق نہیں کے ماند آں رازے کو سازندہ محفلہا۔

اب سارا بہرہ کھل چکا ہے۔ اور یہ صاف ہو چکا ہے کہ مسلمانوں اور مرزائیوں میں صرف فردی اختلاف ہی نہیں۔ بلکہ ایک ایسا اختلاف پیدا ہو چکا ہے جس کی وجہ سے حکومت کو بھی یہ فیصلہ کرنا لازم ہے کہ مرزائی مسلمانوں سے الگ ہو چکے ہیں۔ اور وہ حقیقی اختلاف نبوت کا اختلاف ہے جس کی نسبت مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ آج تک نہ کوئی نبوت بعد از ختم نبوت تسلیم کی گئی ہے خواہ بروزی ہو یا غیر شرعی۔ یا عسی ہو یا مجازی۔ اور نہ کسی ایسے مدعی نبوت کو مسلمانوں نے اپنی عجات میں شامل سمجھا ہے۔ تاریخ گواہ ہے۔ واقعات شہادت دے رہے ہیں کہ باقی اختلافات کو قابل برداشت ہیں مگر نبوت کا اختلاف قابل برداشت نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہوگا۔ ورنہ یہ ماننا پڑے گا کہ جس قدر بانی بہائی یا قرامطہ اور ملاحدہ پیدا ہو چکے ہیں۔ سب مسلمان ہیں۔ حالانکہ خود مرزائی بھی ان کو مسلمان نہیں سمجھتے تھے۔

جن خدایان کے چندہ کی میعاد بس رسالہ کے ساتھ ختم ہو رہی ہے۔ براہ کرم اپنا ذریعہ بندہ یہ نئی آرڈر ارسال فرمائیں۔ وی۔ پی میں ۳۰ روپے خرچ ہوتے ہیں۔

عرض حال

دارالعلوم عزیزہ بھیرہ میں شنبہ تجوید القرآن کا آغاز کیا گیا ہے۔ قاری حسین الدین صاحب اللہ آبادی کو اس غرض کیلئے دیکم حجب سے درس مقرر کرنے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ پنجاب میں علم قرأت کی ضرورت و اہمیت محسوس کی جا رہی تھی۔ علم قرأت سے ناواقفیت اور قاریوں کا فقدان محتاجِ جہانگیر نمازی صحت بھی قرآن کے صحیح پڑھنے پر موقوف ہے اسلئے دارالعلوم میں اس شنبہ کا قیام انشاء اللہ بے حد مفید ہوگا۔

تبلیغ احکام الہی۔ ماہ اگست میں امیر حزب الانصار نے برفاقت مولوی منیر شاہ صاحب سال ضلع تمپل پور۔ کسبل پورنٹنر حضرو۔ گولڑہ شریف۔ اور راولپنڈی کا دورہ کیا۔ مولوی عبدالرحمن صاحب مولانا محمد قاسم صاحب نے ہرن پور کے جلسہ الامیہ میں شرکت اختیار فرمائی۔ چچاوانی جو صیلاج میں دیہات کے مسلمانوں کا ایک بڑا اجتماع حزب الانصار کی سرپرستی میں منعقد ہوا جس میں مولوی عبدالرحمن صاحب نے احکام اسلام کی پابندی پر دلنشین تقریر فرمائی مولوی منیر شاہ صاحب نے ڈھکواں۔ چاودہ۔ کہوٹہ۔ یلکبہ۔ دھجاوریاں کا دورہ فرمایا۔ مولوی حبیب اللہ صاحب نے قصبہ سامانہ ریاست پٹیالہ میں ۱۸ روزہ کمزرائیت کی ترویج میں مصروف رہے۔ بعد میں سونہ ریاست پٹیالہ اور لدھیانہ سے ہو کر امرت سرہنچے۔

دارالاقامہ برائے طلباء دارالعلوم عزیزہ کی تعمیر کا کام جاری ہے۔ ہال مکہ تعمیر ہو چکا ہے ابھی مزید پانچ کمروں کا موسم سوا سے پہلے تعمیر ہو جانا ضروری ہے۔ مگر مالی کمزوری سبب راہ ہے یہاں معاونین نے فائل سکون اختیار کر رکھا ہے جن اصحاب نے اعانت کے وعدے کئے تھے۔ ان کے وعدے بھی شرمندہ الیفانہیں ہوئے۔ کارساز حقیقی کے بھروسہ پر کام کو جاری رکھا گیا ہے۔ دارالاقامہ کیلئے مزید پانچ ہزار روپیہ درکار ہوگا۔ اربابِ کرم اگر محبت سے کام لیں۔ تو یہ رقم آسانی سے فراہم ہو سکتی ہے۔ تمام امور کا بار امیر حزب الانصار کے ناتواں کندھوں پر ہی ڈالنا مناسب نہیں خیال خداوند کریم کی تائید و نصرت شامل حال ہے۔ اس لئے مایوسی کے لئے کوئی وجہ نہیں۔

عالی جناب خواجہ محمد طہور صاحب مہنت تاجر لاہور کی عالی ہمتی و فیاضی نے مجھے جو صلے بڑھادیئے ہیں اللہ تعالیٰ خواجہ صاحب کو صوف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور دیگر مخیر اصحاب کے قلوب میں بھی حزب الانصار کی اعانت کا جذبہ پیدا کر دے۔ آمین

تشکر و امتنان

۲۵ جولائی ۱۳۷۷ء سے ۲ اگست ۱۳۷۷ء تک حب ذیل اصحاب نے حزب الانصار کی اعانت میں حصہ لے کر ممنون فرمایا۔ فخر اہم اللہ خیر الجہل۔

تاریخ	نام	رقم	تاریخ	نام	رقم	تاریخ	نام	رقم
۲۵/۷	راجہ صاحب چک پیر علی	۵/۷	۱۲/۸	خواجه محمد امین صاحب	۱۲/۸	۱۸/۸	میاں محمد جہا پیر	۵/۷
۲۶/۷	محمد رحیم صاحب پراچہ بھو	۷/۷	۱۳/۸	بندریہ مندی قتی	۱۳/۸	۱۹/۸	بندریہ مندی قتی	۱۳/۸
۳۱/۷	خان زادہ غلام احمد خان	۱۱/۷	۱۴/۸	پیر اندر صاحب	۱۴/۸	۲۰/۸	بندریہ مندی قتی	۱۳/۸
"	صاحب بندش	۱۱/۷	۱۵/۸	نشی سردار صاحب	۱۵/۸	۲۱/۸	خواجه محمد امین صاحب	۱۳/۸
"	بندریہ مندی قتی	۱۱/۷	۱۶/۸	راجہ علی صاحب	۱۶/۸	۲۲/۸	میاں محمد جہا پیر	۵/۷
"	بروز رحیم	۱۱/۷	۱۷/۸	نشی محمد امین صاحب	۱۷/۸	۲۳/۸	بندریہ مندی قتی	۱۳/۸
"	حکیم عبدالحمید صاحب	۱۱/۷	۱۸/۸	شیخ علی محمد صاحب	۱۸/۸	۲۴/۸	محمد علی محمد صاحب	۱۳/۸
۳۱/۷	صاحب بکون	۱۱/۷	۱۹/۸	محمد علی صاحب	۱۹/۸	۲۵/۸	بندریہ مندی قتی	۱۳/۸
"	ملک لال خان صاحب	۱۱/۷	۲۰/۸	محمد علی صاحب	۲۰/۸	۲۶/۸	خواجه محمد امین صاحب	۱۳/۸
"	چودہری لال خان صاحب	۱۱/۷	۲۱/۸	محمد علی صاحب	۲۱/۸	۲۷/۸	بندریہ مندی قتی	۱۳/۸
"	چاودہ	۱۱/۷	۲۲/۸	محمد علی صاحب	۲۲/۸	۲۸/۸	خواجه محمد امین صاحب	۱۳/۸
"	غلام رسول صاحب	۱۱/۷	۲۳/۸	محمد علی صاحب	۲۳/۸	۲۹/۸	بندریہ مندی قتی	۱۳/۸
"	حاجی محمد امین صاحب	۱۱/۷	۲۴/۸	محمد علی صاحب	۲۴/۸	۳۰/۸	خواجه محمد امین صاحب	۱۳/۸
"	مولانا صاحب	۱۱/۷	۲۵/۸	محمد علی صاحب	۲۵/۸	۳۱/۸	بندریہ مندی قتی	۱۳/۸
"	خدا بخش صاحب	۱۱/۷	۲۶/۸	محمد علی صاحب	۲۶/۸	۳۲/۸	خواجه محمد امین صاحب	۱۳/۸
"	نیر شاہ صاحب	۱۱/۷	۲۷/۸	محمد علی صاحب	۲۷/۸	۳۳/۸	بندریہ مندی قتی	۱۳/۸
"	غلام محمد صاحب	۱۱/۷	۲۸/۸	محمد علی صاحب	۲۸/۸	۳۴/۸	خواجه محمد امین صاحب	۱۳/۸
"	محمد زمان صاحب	۱۱/۷	۲۹/۸	محمد علی صاحب	۲۹/۸	۳۵/۸	بندریہ مندی قتی	۱۳/۸
"	محمد الدین صاحب	۱۱/۷	۳۰/۸	محمد علی صاحب	۳۰/۸	۳۶/۸	خواجه محمد امین صاحب	۱۳/۸
"	میاں صاحب	۱۱/۷	۳۱/۸	محمد علی صاحب	۳۱/۸	۳۷/۸	بندریہ مندی قتی	۱۳/۸
۵۸/۳۷	حافظ دوست محمد	۱۱/۷	۳۲/۸	محمد علی صاحب	۳۲/۸	۳۸/۸	خواجه محمد امین صاحب	۱۳/۸
"	شیخ نقی صاحب	۱۱/۷	۳۳/۸	محمد علی صاحب	۳۳/۸	۳۹/۸	بندریہ مندی قتی	۱۳/۸
"	محمد علی صاحب پراچہ	۱۱/۷	۳۴/۸	محمد علی صاحب	۳۴/۸	۴۰/۸	خواجه محمد امین صاحب	۱۳/۸
"	سکھ احمد صاحب بھو	۱۱/۷	۳۵/۸	محمد علی صاحب	۳۵/۸	۴۱/۸	بندریہ مندی قتی	۱۳/۸

گوشورہ داخل فخر مجلس کمرہ حزب الانصار کبیرہ بابت ماہ جولائی ۱۹۳۷ء

داخلہ	تبلیغ الاسلام	یتیم خانہ	چندہ اراکال	کتاب خانہ	موقوفات	میزان
۵۹-۱۵	۲۱-۰۰۰	۵-۰۰۰	۵۸-۰۰	۲-۰۰۰	۸-۰۰۰	۱۵-۲
۱۰۱-۱۰۱	۱۱۸-۹-۳	۱۳-۹-۶	-	۳-۱۱-۳	۷-۱۲-۹	۳۱۵-۹-۹

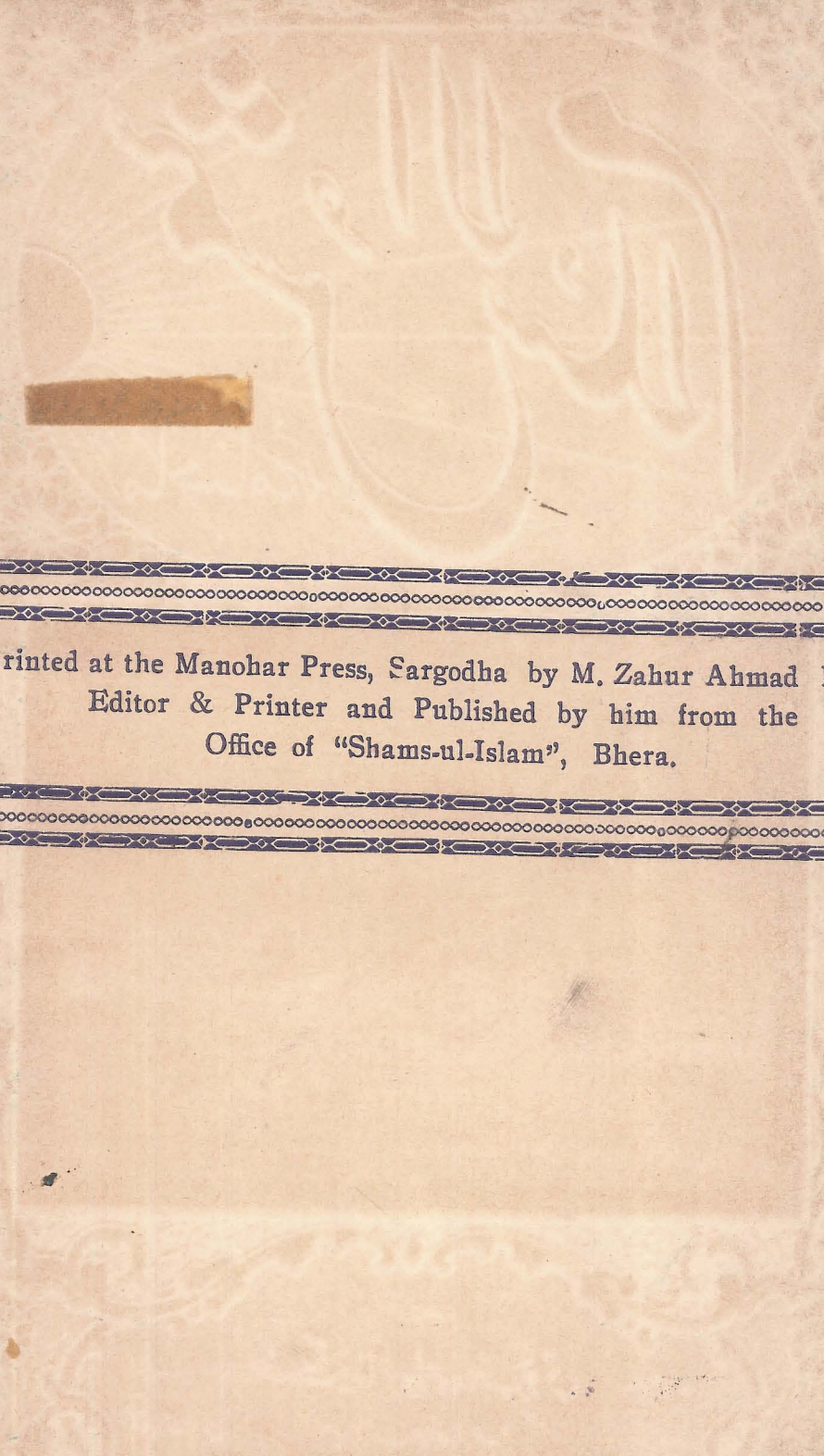
داخل سے درآمد خرچ جو فرض لے کر پورا کیا گیا۔ ۹-۱۲-۱۶۰ بجے

حساب دوستان

جن اصحاب کی میعاد خریداری کے نام و نمبر ذیل میں درج ہیں۔ ان کی مدت خریداری اس مہینے ختم ہوگئی ہے ایسے حضرات براہ کرم آئندہ کیسے اپنا درجہ بند رہیں یا آرڈر ارسال فرمائیں۔ اگر خدا نخواستہ کسی مجبور کی وجہ سے آئندہ خریداری کا ارادہ نہ ہو تو بذریعہ کارڈ دفتر شمس الاسلام کو مطلع فرمائیں۔ درجہ خاموشی کے طور پر یہ مہینہ اکتوبر کا چرچہ بند رہے گی۔ (بکھر)

۱	جناب غلام محمد صاحب	۲۴۹	۱۶	جناب مولوی غلام عباس صاحب	۲۱۲	۲۸	جناب محمد حسین صاحب	۹۴۰
۲	جناب عبدالکریم صاحب	۴۱۲	۱۷	شیخ محمد صدیق صاحب	۱۰۷۶	۲۹	خواجہ محمد اسحاق صاحب	۱۱۳۶
۳	عبدالحسین صاحب	۴۲۷	۱۸	مولوی رحمتہ اللہ علیہ صاحب	۹۳۲	۳۰	بابا عبداللہ صاحب	۶۳۲
۴	عبدالحسین صاحب	۴۱۸	۱۹	نذیر احمد خان صاحب	۱۱۳۳	۳۱	رشی قلم در صاحب	۹۲۹
۵	فضل اللہ صاحب	۳۹۵	۲۰	محمد فیاض الدین صاحب		۳۲	حاجہ خیر محمد صاحب	۶۲۱
۶	حاجی محمد صاحب	۴۵۶		کجاٹو (ماڈل ٹاؤن)	۱۱۳۴	۳۳	حضور عباسی صاحب	۶۳۰
۷	حاجی محمد شرف صاحب	۴۵۵	۲۱	بابو حسین بخش صاحب	۵۹۹	۳۴	جناب خیر محمد خان صاحب	۹۳۸
۸	پیشی بابر محمد صاحب	۴۲۱	۲۲	حفیظ اللہ صاحب		۳۵	کیو۔ اے۔ صاحب	۹۴۲
۹	رشی نرزا محمد صاحب	۳۹۶		کواٹ	۶۲۸	۳۶	سید رفیع صاحب	۱۱۲۰
۱۰	علی صاحب غلام سرور خان		۲۳	ایم۔ ایس۔ غفر الدین		۳۷	محمد حسین صاحب	۴۲۲
	صاحب قزاقی	۶۲۷		صاحب ملکوتہ	۱۰۱۴	۳۸	حافظ عبدالکریم صاحب	۱۹۲۱
۱۱	جناب حسین الدین صاحب	۱۱۱۹	۲۴	مولانا عبدالحی صاحب	۷۱۸	۳۹	حضرت ناناشاہ صاحب	۲۰۱
۱۲	مہربان محمد صاحب	۱۸۸	۲۵	حضرت مولانا مفتی عطا محمد		۴۰	علی محمد صاحب	۱۱۱۸
۱۳	مولوی محمد الدین صاحب	۱۱۲۶		صاحب بھون	۱۱۳۵	۴۱	مولوی سید لبر صاحب	۱۱۶۲
۱۴	محمد علی صاحب	۱۱۳۱	۲۶	ایم۔ ایس۔ احمد صاحب	۱۰۱۵	۴۲	مولوی احمد صاحب	۱۱۷۳
۱۵	مولوی شاہ صاحب	۱۱۳۲	۲۷	بابو غلام محمد صاحب	۹۴۵		نصرت صاحب	





Printed at the Manohar Press, Sargodha by M. Zahur Ahmad Bugvi,
Editor & Printer and Published by him from the
Office of "Shams-ul-Islam", Bhera.